ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

بانی ادارہ: شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

جلد ۲۲ شمارہ ۱۱ — ۱۳/۷/۱۹۷۸

مجھے میری دیوانگی میں چھوڑ دو

ایک دن کیا دیکھتا ہوں کہ رات کا وقت ہے، مولانا کا کمرہ کھلا ہوا ہے، بستر موجود ہے مگر مولانا غائب ہیں۔ سوچا کہ شاید طبیعت ناساز نہ ہو، اس خیال سے مولانا کی تلاش شروع کی، دیکھا کہ کوٹھی کے سبزہ پر جہاں چاندنی کا فرش بچھا ہوا تھا، مولانا سربسجود خدا کے حضور میں ہیں۔ بڑی طویل نماز تھی، قیام اور رکوع میں جتنی دیر لگاتے اس سے کچھ زیادہ دیر سجدہ میں لگاتے۔ بہت دیر اسی محویت میں نماز ادا کرتے رہے اور میں بہت ان کی اس کیفیت سے مستفید ہوتا رہا۔ آخر جب دیکھا کہ دیر ہو گئی ہے اور مولانا کا ذوق و شوق بڑھتا ہی جاتا ہے، تو کچھ قدر تذبذب کے بعد آپ تک پہنچا اور آرام کرنے کی درخواست کی۔ مولانا نے جواب دیا: میرے بھائی مجھے میری دیوانگی میں چھوڑ دو اور تم جا کر سو رہو۔

(روایت جناب محمد سید نیپالی صاحب محمڈن کالج مدراس)

نقوش ابوالکلام

[illegible]

صفحہ نمبر ۱۰۰

احادیث الرسول

ہمسایہ کے ساتھ برتاؤ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ۔ وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ وَاللّٰہِ لَا یُؤْمِنُ۔ قِیْلَ مَنْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ۔ اَلَّذِیْ لَا یَامَنُ جَارُہٗ بَوَائِقَہٗ۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کی قسم ایمان والا نہیں ہوگا، اللہ کی قسم ایمان والا نہیں ہوگا، اللہ کی قسم ایمان والا نہیں ہوگا لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کون؟ فرمایا وہ شخص جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں کی شامت سے بے خوف نہیں۔

بَوَائِقُ۔ "بَائِقَۃٌ" کی جمع ہے۔ بائقہ مصیبت کو کہتے ہیں۔ جب انسان کے لیے ضروری ٹھہرا کہ مل جل کر رہے تو پھر یہ بھی لازمی ہو گیا کہ ایسے مل جل کر رہنے کے طریقے سکھائے جائیں۔ اگر انسان کی تہذیب اخلاق اور اصلاح احوال دوسرے سے خواہ مخواہ دب جائے اس کی دماغی طاقتیں اگر غلط راستہ پر چل پڑیں تو یہ بھیڑیے سے زیادہ خطرناک ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تربیت کے اصول اللہ جل شانہ کے حکم سے مقرر فرما دیے ہیں اگر ان کا خیال نہ رکھا جائے تو پھر اس کی خود غرضی اس کی عقل کو کوتاہ بین بنا کر رہتی ہے اور وہ اپنا بھلا اسی میں سمجھنے لگتا ہے کہ دوسروں کو زور سے اور جہاں زور نہ چل سکے وہاں چالبازیوں سے پیچھے ہٹا کر آپ آگے بڑھے اور جو ان کے پاس ہے وہ ان سے چھین کر اپنی جھولی میں ڈالے۔

حضرت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بخدا وہ ایماندار نہیں، ایماندار نہیں ایماندار نہیں۔ صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہؐ! وہ کون بدنصیب ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ وہ کہ جس شخص کا پڑوسی اس کی شرارت سے خائف اور ترساں رہتا ہو اسے ایمان سے محروم سمجھو۔ ایماندار کی شان یہ ہے کہ اس کے آس پاس کے رہنے والے اطمینان اور سکون کے ساتھ رہیں انہیں کسی وقت یہ خطرہ نہ ہو کہ یہ انہیں ستائے گا بلکہ اس کی مدد اور خیر خواہی پر انہیں پورا اعتماد ہو۔

اس حدیث سے ایک پڑوسی پر دوسرے کے حقوق اور ان کی باہم ذمہ داریوں کا اندازہ بآسانی ہو سکتا ہے۔

اچھا دوست اور اچھا ہمسایہ

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عُمَرَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُ الْاَصْحَابِ عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرُھُمْ لِصَاحِبِہٖ وَخَیْرُ الْجِیْرَانِ عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرُھُمْ لِجَارِہٖ۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوستوں میں سب سے اچھا دوست اللہ کے نزدیک وہ ہے جس سے دوست کو فائدہ ہی فائدہ پہنچے اور ہمسایوں میں بہترین وہ ہے جو اپنے ہمسایہ کے حق میں بھلا ہو۔

دنیا میں آدمی کا آدمی سے سابقہ پڑتا ہے۔ میل جول دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لیے ضروری چیز ہے۔ اس میل جول سے بعض اوقات انسان کو بدباطن لوگوں سے بہت سی تکلیفیں پہنچتی ہیں۔ شریر لوگوں کی وجہ سے جینا دوبھر ہو جاتا ہے۔ اس حدیث میں ایک ایسی ہی بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جس سے معاشرہ درست رہ سکتا ہے۔

ارشاد نبویؐ ہے کہ سب ملنے والوں میں اچھا وہ ہے جس سے برائی پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو اور لوگ اس پر اعتماد کریں کہ اس سے ہمیں تکلیف نہ پہنچے گی۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ہر شخص اللہ کا خوف دل میں رکھے اور یقین کرے کہ اللہ بری باتوں کو خواہ وہ چھپی ہوں یا کھلی، دیکھ رہا ہے اور اس کے ہاں بعض کا نام اچھوں میں اور بعض کا بروں میں لکھا جا رہا ہے۔ برے یقیناً سزا پائیں گے اور اچھے انعام حاصل کریں گے۔ جس شخص کو اس یقین کی دولت حاصل ہو جائے گی وہ ایماندار ہے۔ ایسے آدمی کو اس حدیث میں اللہ

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

جلد: ۲۴ ، شمارہ: ۵

رئیس الادارہ

جانشین شیخ التفسیر

حضرت مولانا عبید اللہ انور

مدیر

محمد سعید الرحمٰن علوی

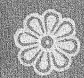
بدلِ اشتراک

سالانہ ——— ۶۰ روپے

ششماہی ——— ۳۰ روپے

سہ ماہی ——— ۱۵ روپے

فی پرچہ ——— 1/50 روپیہ



قاتل قابلِ رحم نہیں

مسٹر بھٹو قاتل تھے، سفاک تھے، ظالم تھے، ان کے اعمال رنگ لائے اور وہ اللہ تعالیٰ کی بے آواز لاٹھی کا شکار ہو گئے۔ پنجاب ہائی کورٹ کے فل بنچ نے انہیں "مجرم" گردانتے ہوئے ان کے لیے پھانسی کی سزا تجویز کی، جس پر ہم گزشتہ ہفتہ اپنی معروضات پیش کر چکے ہیں۔

اس سزا کے اعلان کے بعد ان لاکھوں مرد و خواتین کے چہرے خوشی و مسرت سے دمک اٹھے جو اس ملک میں قانون کی بالادستی کی خاطر ہر ظلم و ستم برداشت کرتے رہے ہیں۔ البتہ خوفِ خدا اور مسئولیتِ آخرت کے احساس سے عاری ایک حقیر اقلیت نے "تحریک" شروع کرنا چاہی تاکہ دباؤ ڈال کر اس سزا کو کالعدم قرار دلوا سکیں، اور بیسویں صدی کے اس سب سے بڑے خونخوار انسان کو آزاد کروا سکیں۔ یہ وہی لوگ تھے جنھوں نے فیصلہ سے قبل مختلف ذرائع سے ججوں کا راستہ مسدود کرنا چاہا، حتیٰ کہ ان کے مکانات پر فائرنگ کی گئی تاکہ وہ ڈر جائیں اور خوف زدہ ہو کر کوئی فیصلہ نہ کریں لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں حوصلہ دیا اور ان بدبختوں کا منہ کالا کیا۔ فیصلہ کے بعد چند مقامات پر انھوں نے ہلڑبازی شروع کرنا چاہی، اور مرحوم مشرقی پاکستان میں ظلم و زیادتی پر فخر کرنے والے ٹکا خان لاہور میں تو بنفسِ نفیس پہنچے اور یہاں غازی بننا چاہا۔ لیکن جن لوگوں کے دامن خونِ انسانیت سے آلودہ ہوں اور جو انسانی عزتوں سے کھیلنا عار محسوس نہ کریں ان کے لیے جرأت و مردانگی کا شیوہ اختیار کرنا بہت مشکل ہے، چنانچہ وہی ہوا کہ ٹکا خاں ادھر اُدھر ڈرامے رچاتے اور گلیوں میں مخصوص قسم کے افراد سے رابطہ کرتے کرتے میانوالی جیل پہنچ گئے اور کسی نے ان کی خبر نہ لی کہ ع

کس حال میں ہیں یارانِ وطن

چند آوارہ مزاج لونڈوں نے چند بسوں اور کاروں کو آگ لگا کر یہ سمجھ لیا کہ بس ہم نے بھٹو کو آزاد کرا لیا۔ لیکن انھوں نے انتظامیہ کے لوگوں کو دیکھ کر جس طرح سر پہ پیر رکھ کر بھاگنے کی کوشش کی وہ ایک شرمناک قصہ ہے۔ اصل میں یہ لوگ تحریکِ نظامِ شریعت کے مجاہدوں اور غازیوں کی نقالی کرنا چاہتے تھے۔ لیکن انہیں معلوم نہ



پبلشر مولانا عبید اللہ انور ... مطبع کاسمو پرنٹرز ... لاہور

نہ تھا کہ ان گناہ گار لوگوں کے لیے جو جیسے نہ حوصلہ اور استقامت کا باعث تھی وہ ان کا مقدس دینی جذبہ تھا جو گناہوں کے باوجود دستگیری کر رہا تھا۔ اور یہاں تو محض ایک "ظالم" کے لیے ژاژ خائی تھی اور بس!

حقیقت یہ ہے کہ کم از کم لاہور کی سطح پر اگر انتظامیہ اپنی ذمہ داری کا مظاہرہ کرتی تو یہ نقصان نہ ہوتا۔ دو تھانوں کے عین سامنے بسیں جل گئیں تو کیسے؟ شہری اور کاروباری لوگ انتظامیہ کو مجرم گردانتے ہیں۔ اور پاکستانی پولیس کا جو ماضی ہے اس کے پیشِ نظر یہ محض الزام نہیں بلکہ اس میں واقعیت کا پہلو موجود ہے اور ہم اپنی اس سوچی سمجھی رائے کا اظہار کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ جب تک انتظامیہ میں گھسی ہوئی کالی بھیڑوں کو عبرت ناک انجام سے دوچار نہیں کیا جائے گا اس وقت تک اصلاح کی ہر کوشش بے کار ہو کر رہ جائے گی۔

یہ لوگ ہر دفتر میں گھسے ہوئے ہیں، مرکزی اور صوبائی سیکرٹریٹ ان کی سیاہ کاریوں سے ماتم کدہ بنے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ لوگ شرم کے احساس سے عاری ہیں۔

فیصلہ کے بعد دوسرا اقدام یحیٰی بختیار کا وہ بیان تھا جس میں اس نے اندرون و بیرونِ ملک کچھ کرنے کا اعلان کیا تھا۔

حکومتوں کی مصالح سے ہم واقف نہیں ورنہ یحیٰی بختیار اپنے آقا بھٹو کے ساتھ آج جیل کی کال کوٹھڑی میں ہوتا۔ کیونکہ اس نے دانستہ اپنے مجرمانہ ضمیر کی آواز پر ایسی حرکت کی جو عدالت کے وقار کے منافی ہے۔ یہ شخص جو مُسلم لیگ سے سفر کرتا کرتا پی پی پی تک پہنچا اور وزارت سے اٹارنی جنرل کے مناصب تک کے مزے لوٹے اور جسے جمہوریت کا چیمپئن ہونے کا دعویٰ ہے اور جو بزعم خویش عدالت میں اپنی شوخیٔ طبع کی بنا پر قانونی گتھیوں کو سلجھاتا ہے، اس طرح اندھا بہرہ ہو کر عدالت کے خلاف فضا ہموار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اس سے کوئی باز پرس نہیں ہوتی؟

اگر ہم یہ مطالبہ کریں کہ ٹکا خان کے بہکائے میں آکر جن لوگوں نے دیدہ دلیری کی انہیں کوڑے پڑ رہے ہیں تو ٹکا خان کو کئی گناہ زیادہ پڑنے چاہئیں۔ اور یحیٰی بختیار سے بھی نمٹنا چاہیئے تو یہ مطالبہ غلط نہ ہو گا اور ہمیں امید ہے کہ ہمارے بڑے اس طرف متوجہ ہوں گے۔

رہ گئے ہمارے وہ دوست اور مہربان جو ادھر اُدھر سے رحم کی اپیلیں کر رہے ہیں تو ان کی خدمت میں پاکستان قومی اتحاد کے سربراہ مولانا مفتی محمود کا یہ بیان کافی ہے کہ "ہمارے دوستوں نے اس شخص کا ہاتھ اس وقت کیوں نہ پکڑا جب وہ ہزاروں گھروں کے چراغ گل کر رہا تھا" اور نواب محمد احمد خان مرحوم کی بیوہ کا یہ ارشاد ان کی توجہ کا مستحق ہے۔ "کہ میرے خاوند کا خون قصاص کا مطالبہ کر رہا ہے"۔

ہمارے مُسلم اکابر کو سوچنا چاہیئے کہ ایسے سفاک و ظالم کی ہمدردی میں بولنا کیونکر روا ہو سکتا ہے۔ اس شخص کے مظالم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے جاویں اور دوسرے پلڑے میں باقی ظالموں کے مظالم تو اس کا پلڑا بھاری ہو گا، ابھی تو یہ ایک قتل کا فیصلہ ہوا ہے۔ ابھی تک ان گنت قتل باقی ہیں۔ پھر ملک، شرافت، تہذیب اور انسانیت کا قتل اس کے سر ہے۔ یہ سازشی و مکار انسان اس قابل نہیں کہ اس کے لیے رحم کی اپیل کی جائے۔

اور پھر یہ بھی تو احساس فرمائیں کہ یہ فیصلہ سول عدالت کا ہے۔ "مجرم" کو صفائی کا موقعہ دے کر یہ سزا سنائی گئی ہے۔

کیا یہ قرآن کے مطالبہ قصاص کے عین مطابق نہیں؟ کیا بھٹو اس لیے قابلِ رحم ہے کہ وہ "بڑا" رہ چکا ہے۔ یقین کریں کہ اس کی "بڑائی" بھی سازشوں اور حیلوں کے باعث تھی۔ وہ بڑا نہیں سازشی تھا۔ سازش کر کے بڑا بنا اور پھر اگر واقعتہً وہ بڑا ہو تب بھی اسلام اس تفریق کا روادار نہیں۔ وہاں تو "بنت محمدؐ" کی چوری (خدانخواستہ اگر ایسا ہو) پر بھی ہاتھ کاٹنے کی سزا کا اعلان ہے۔

پھر آپ اس کے لیے رحم کی اپیلیں کیوں کرتے ہیں؟ اس اقدام سے ان ماؤں کے جگر چھلنی ہو جا گے جن کے لعل خاک و خون میں تڑپ گئے۔ اس لیے ہم اپنے مُسلم حکمرانوں سے گذارش کریں گے کہ وہ اس معاملہ میں احتیاط برتیں۔

اس مرحلہ پر ہم حکومت کو باعث تبریک سمجھتے ہیں کہ اس نے معصوم بچہ کے قاتلوں کی عبرت ناک موت کا تماشا دکھا کر ظالموں کے لیے عبرت کا سامان مہیّا کیا۔ یقین کریں کہ بھٹو ان قاتلوں سے بڑا قاتل ہے۔ دیکھنا کہیں اس کے معاملہ میں کسی دباؤ کا شکار نہ ہو جانا ورنہ کائنات کے خالق کی سب سے بڑی عدالت میں آپ کو بھی جواب دہ ہونا پڑے گا۔

بھٹو صاحب سپریم کورٹ جا چکے ہیں۔ گویا انہیں قانونی جنگ لڑنے کے تمام وسائل مہیّا ہیں اور یہ تقاضائے انصاف ہے۔ انصاف کو اپنے انجام تک پہنچائیں۔ ورنہ خونِ شہیداں رنگ لا کر رہے گا۔

اور آپ یقین کریں کہ جب اتنا بڑا "مجرم" تختہ دار پر لٹکے گا تو اس ملک میں ظلم و ناانصافی

کی سیاہ رات روشنی میں بدل جائے گی۔ ورنہ اندھیرا ہو گا اور چار سو! اور اس میں ہم سب تباہ ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اصلاح احوال کی توفیق بخشے۔ آمین۔

انصاف کی بھیک

دھنی کلاں تحصیل پھالیہ ضلع گجرات سے ایک طویل مراسلہ حضرت مولانا عبید اللہ انور کے نام موصول ہوا۔ جس کے مطابق :

موضع دھنی کے باشندوں نے محکمہ صحت پنجاب کے پاس پرائمری ہیلتھ سنٹر کے لیے درخواست دی۔ جس کے لیے انھوں نے پانچ ایکڑ رقبہ طلب کیا۔ چنانچہ متعلقہ زمین فراہم کر دی گئی اور $61\frac{2}{75}$ کو چٹھی نمبر $\frac{648}{27\text{-}II}$ کے ذریعہ حافظ غلام محمد صاحب کو منظوری کی اطلاع مل گئی۔ لیکن پی۔پی۔پی کے بزرجمہر اس پہ پیچ پا ہو گئے اور سیاسی مخالفت میں اندھے ہو کر صحت جیسی بنیادی ضرورت کے تحفظ کے لیے بننے والا سنٹر رکوا دیا گیا اور اسے صوبائی وزیر برگیڈیئر صاحب داد نے اپنے گاؤں ونجن کسانہ منتقل کرا دیا۔ میاں محمد حیات ایم۔پی۔اے نے اسمبلی میں سوال بھی اٹھایا۔ لیکن نتیجہ صفر!

۱۹۷۶-۷۷ء میں اس سلسلہ میں دوبارہ جدوجہد شروع ہوئی تو محمد اسلم سینٹر پی۔پی۔پی نے پارٹی مخالفت کی بنیاد پر پھر عمل در آمد رکوا دیا۔

اسی طرح ایک لنک روڈ از بھیکھے والا تا دھنی کلاں (۲½ میل) کی منظوری ہوئی تو پی۔پی۔پی کی مخالفت کی بنا پر اسے بھی رکوا دیا۔

اس ظلم کے بعد دوسرا ظلم یہ ہوا کہ گاؤں کے با اثر آدمیوں کو قومی اتحاد کی حمایت کے پیش نظر فوجداری مقدمات میں ملوث کر دیا گیا۔ اور اس کے لیے ایک عورت کو استعمال کیا گیا۔ جس کا دماغی توازن عرصہ سے خراب ہے۔ اور جس کے متعلق ڈاکٹروں کے سرٹیفکیٹ موجود ہیں۔ بمشکل اس مقدمہ میں سیشن جج گجرات سے ضمانتیں ہوئیں۔

ہمارے ملک میں عدل و انصاف کی جس طرح مٹی پلید ہو رہی ہے یہ اس کی ایک جھلک ہے ورنہ تن ہمہ داغ داغ شد والا معاملہ ہے۔ مناسب ہو گا کہ برگیڈیئر صاحب داد، سینٹر اسلم اور دوسرے وہ لوگ جنہوں نے منظور شدہ منصوبے رکوائے اور شرفا گاؤں پر اس طرح ظلم و ستم کیا انہیں عبرت ناک سزا دی جائے۔ اور ملک بھر میں اس قسم کے کیسوں کو نہ صرف واپس لیا جائے بلکہ انتظامیہ نے جن کی پشت پناہی پر یہ کیس بنائے انہیں بھی قرار واقعی سزا دی جائے اور انتظامیہ کا بھی سختی سے محاسبہ کیا جائے۔

دعاء مغفرت

حضرت مولانا عبد العزیز ساکن مرشد آباد تحصیل بھکر ضلع میانوالی مدرس مدرسہ جامعہ العلوم عیدگاہ شمالی بھکر گذشتہ دنوں انتقال فرما گئے۔

مرحوم شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہٗ کے شاگرد و فیض یافتہ اور آپ کے خصوصی صاحب تعلق تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد مسلسل تدریس و تعلیم میں وقت گذارا اور ٹھوس علمی خدمات سر انجام دیں۔ ملکی و سیاسی طور پر اپنے اکابر کے مشن کے لیے ہمیشہ سرگرم عمل رہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان و لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے

حضرت مولانا عبید اللہ انور زید مجدہم کے خصوصی صاحب تعلق جناب قریشی سلطان احمد صاحب کی والدہ محترمہ پچھلے دنوں انتقال فرما گئیں۔ مرحومہ کی نماز جنازہ ملتان میں حضرت مولانا عبید اللہ انور نے پڑھائی اور ان کے لیے دعاء مغفرت فرمائی۔

مشہور قصبہ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ کے جناب ماسٹر نذیر احمد و ماسٹر بشیر احمد صاحبان جو حضرت لاہوری قدس سرہٗ کے پرانے فیض یافتہ اور خادم ہیں کی والدہ ماجدہ ایک عرصہ تک فالج کی تکلیف کا شکار رہنے کے بعد اللہ کو پیاری ہو گئیں۔

مرحومہ پابند صوم و صلوٰۃ اور نیک فطرت خاتون تھیں۔

اللہ تعالیٰ دنیا سے جانے والے سب حضرات کی مغفرت فرمائے اور ان کے پسماندگان و متعلقین کو اجر جزیل سے نوازے۔

علوی
29.3

ماہانہ مجلس ذکر

انشاء اللہ تعالیٰ ماہانہ مجلس ذکر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم ۹ر اپریل ۱۹۷۸ء بعد نماز مغرب مسجد خضراء سمن آباد لاہور میں کرائیں گے۔ دعوتِ عام ہے۔

خطبہ جمعہ

عروج و سربلندی باہمی اتحاد میں ہے

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ

بعد از خطبۂ مسنونہ

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ،

بسم اللہ الرحمن الرحیم ؛

ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝

محترم حضرات ! گذشتہ جمعہ سُود کی حُرمت قرآن و حدیث سے آپ کے سامنے بیان کی گئی ۔ آج جس آیت کا انتخاب کیا گیا ہے ۔ یہ آیت سورہ الجاثیہ کی اٹھارویں آیت ہے ۔ آیت میں خطاب کس کو ہے اور اس کا مفہوم کیا ہے ۔ یہ جاننے سے قبل آیت کا ترجمہ سماعت فرمایئے ۔

"پھر ہم نے آپ کو دین کے ایک طریقہ پر مقرر کر دیا ۔ پس آپ اس کی پیروی نہ کیجئے جو علم نہیں رکھتے "۔ (ترجمہ حضرۃ لاہوریؒ)

اس آیت میں خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ۔ کہ آپ یہودیّت و عیسائیت کے نام لیواؤں ، شرک و بدعت میں ڈوبے ہوئے معصیت کے پیکروں اور شب و روز میری حدود کو توڑنے والوں کی پیروی اور اتباع نہ کیجئے ۔ اس لیے کہ یہ لوگ کسی مذہب اور دین کے پیروکار نہیں ۔ بلکہ دینِ مسیح اور دینِ موسٰی کا نام استعمال کر کے اپنی پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے مذہبی تجارت کی دوکانیں سجائے بیٹھے ہیں ۔ ان کا کام خدا کی بندگی نہیں ، نفس و شیطان کی بندگی ہے ۔ ان کا بہترین مشغلہ مذہب اور دین کو بیچ کر اپنی پیروی اور لوگوں سے اتباع کرانا ہے ۔ ان کا کردار اور عمل دینِ مسیح اور دینِ موسٰی علیہم السّلام کے منافی ہے ۔ اور جس کو یہ مذہب کہتے ہیں اور اس کی اتباع کرتے ہیں حقیقت میں ان کی اغراض و خواہشات کا دھرم ہے ۔ آپ ان سے گریز کیجئے ۔ ان کی تعلیمات سے پہلوتہی برتیں ۔ اور جو کتاب اللہ نے آپ کی طرف وحی کی ہے ، اس کی ہر حال میں تبلیغ اور اشاعت کیجئے ۔ کہ اصل دین اب دنیا میں صرف اسلام ہی ہے ۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں :

"ان اختلافات اور فرقہ وارانہ کشمکش کی موجودگی میں ہم نے آپ کو دین کے صحیح راستہ پر قائم کر دیا ۔ تو آپ کو اور آپ کی اُمّت کو چاہیئے کہ اس راستہ پر برابر مستقیم رہے ، کبھی بھول کر بھی جاہلوں اور نادانوں کی خواہشات پر نہ چلے ۔ مثلاً ان کی خواہش یہ ہے کہ آپ ان کے طعن و تشنیع اور ظلم و تعدّی سے تنگ آ کر دعوت و تبلیغ ترک کر دیں ، یا مسلمانوں میں بھی ویسا ہی اختلاف و تفریق پڑ جائے ۔ جس میں وہ لوگ خود مبتلا ہیں ۔ اندریں صورت واجب ہے کہ ان کی خواہشات کو بالکل پامال کر دیا جائے"

اس تشریح کے بعد آپ کے سامنے یہ بات واضح اور مبرہن ہو گئی ہو گی کہ خطاب بظاہر صرف آپ کو ہے لیکن حقیقت میں تعلیم اور سبق امت کو دیا جا رہا ہے ۔ کہ اللہ نے جو اپنے پیغمبر کے لیے آخری اور افضل ترین شریعت بھیجی اس کا اتباع تمہاری زندگی کا نصب العین ہونا چاہیئے ۔ دین کے کام کا راستہ یہی ہے ۔ کہ دین کی دعوت ہر فردِ انسانی تک پہنچتی رہے ۔ دعوت الی اللہ اور تبلیغ کا فریضہ کسی حال میں ترک نہیں کرنا چاہیئے ۔ اُمّت ایک مرکز پر

اکٹھی رہے ، اتحاد و اتفاق کی دیوار میں دراڑیں نہ پڑنے دیں ۔ اور جو لوگ تمہاری راہ میں روڑے اٹکائیں ، تمہارے درمیان انتشار و افتراق کی خندقیں کھودیں ان کا ہر حربہ اور ہر ہتھکنڈہ ناکام بنا دیا جائے ۔ تاکہ آئندہ وہ ایسی جسارت نہ کر سکیں ۔ اس حکم ربانی کے بعد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تبلیغ اور دعوت الی اللہ کا جذبہ اور زیادہ بڑھا ۔ آپ نے اعداء اور دشمنانِ اسلام کی تمام ناپاک کوششوں کے باوجود اپنے کام کو اور زیادہ پھیلانے کی سعی تیز تر کر دی آپ کا جذبۂ تبلیغ اور جوشِ دعوت کتنے عروج پر تھا ۔ اس کی صحیح تصاویر وہ واقعات ہیں جو احادیث کی کُتب میں موجود ہیں ۔

نمونہ کے طور پر دو مثالیں پیش کرتا ہوں ۔

البدایہ میں ہے کہ ربیع بن عباد کہتے ہیں ۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے زمانۂ جاہلیت میں دیکھا کہ آپ ذوالمجاز کے بازار میں فرما رہے تھے ۔

اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہو فلاح پا جاؤ گے ۔ آپ کے چاروں طرف لوگ تھے ۔ اور آپ کے پیچھے ایک آدمی بھینگا ، چمکدار چہرے والا ، جس کے سر پر دو چوٹیاں تھیں کہہ رہا تھا کہ کہ یہ بے دین ہے ، جھوٹا ہے ۔ (نعوذ باللہ) اور جس طرف بھی آپ تشریف لے جاتے ، آپ کے پیچھے پیچھے یہی کہتا ہوا چلتا ۔ میں نے لوگوں سے اس بھینگے کے بارے میں پوچھا ، یہ کون ہے ، لوگوں نے کہا یہ آپ کا چچا ابو لہب ہے ۔ ابو لہب جس کا نام عبدالعزیٰ تھا صرف آپ کو جھوٹا اور بے دین ہی نہ کہتا ، بلکہ ساتھ ہی ساتھ آپ کی پنڈلیاں اور ٹخنے بھی اس کے پھینکے ہوئے پتھروں سے خون آلود ہو جاتے ۔ ذوالمجاز کے بازار میں ہی آپ پر مٹی پھینکتا اور کہتا لوگو! اس شخص سے بچو ایسا نہ ہو کہ یہ تمہیں گمراہ کر دے ۔ ان تمام الزامات اور تکالیف کے باوجود آپ اپنی منزل کی طرف گامزن رہے ۔ آپ نے افتراق برپا کرنے والوں کی تمام مذموم اور قبیح حرکات کا پردہ چاک کر کے رکھ دیا ۔ اور کبھی کسی سے نہ الجھے لوگ آپ کی جانب پتھر پھینکتے اور آپ ان پر مسکراہٹوں کے پھول نچھاور کرتے یہی حال صحابہ کرام کا تھا ۔ کہ دین کی راہ میں جملہ قسم کی ناروا مصیبتوں کو برداشت کیا ۔ لیکن شرپسندوں کی شرارتوں اور نادانوں کی حرکتوں کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دیا ۔ اور جب تک مسلمان کفر و عصیاں کے مقابل ایک رہے ، تبلیغ دین اور جذبۂ جہاد کو اپناتے رہے ۔ دشمنانِ اسلام کو کبھی ان کی جانب آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی جرآت نہ ہو سکی لیکن جوں جوں مسلمان کاہلی اور سہل پسندی کا شکار ہوتے گئے ۔ تن آسانی اور غفلت کی چادروں میں لپٹے گئے ، جذبۂ جہاد کو پسِ پُشت ڈال بیٹھے ۔ آپس میں افتراق اور انتشار کی فضا قائم کر لی ۔ غیر مسلموں کی ریشہ دوانیوں میں پھنس گئے اور مسلمان مسلمان کی گردن کاٹنے لگا ۔ تو اعداء نے بغلیں بجائیں ، خوشی کے گیت گائے اور مسلمانوں کی آپس کی سر پھٹول پر پھولے نہ سمائے ۔ آج مسلمان دنیا میں اسی سبب سے خائب و خاسر اور قعر مذلت میں گرے ہوئے ہیں ۔ کہ ان کا آپس میں اتحاد مفقود ہے ۔ اتفاق عنقا ہے ۔ باہمی یگانگت سِرے سے موجود نہیں ۔ انسانی ہمدردی سے کوسوں دور ہیں ۔ اس وجہ سے چھوٹی چھوٹی قوموں کو ان پہ حملہ اور یلغار کی جرآت اور جسارت حاصل ہو گئی ہے ۔ موجودہ حالات کا جائزہ لیں کہ آج جنوبی لبنان جہاں آگ اور خون کا دریا موجزن ہے ۔ فلسطینی حریت پسندوں کو صیہونی طاقت کرش کر رہی ہے اور سامراج کی منحوس اولاد جس طرح مجاہدوں کے خون سے ہولی کھیل رہی ہے اس کا حقیقی سبب کیا ہے ۔ اس کے دو ہی سبب ہیں ۔ مسلمانوں کی عیش کوشی اور آپس کی نا اتفاقی ۔ جس وقت فلسطین کے مسلمانوں کو اپنے وطن سے نکال کر یہودیت کا خنجر عالم عرب کے سینہ میں پیوست کیا گیا اس وقت ہی اگر مسلمان باہمی اتحاد سے اس پر حملہ کر دیتے تو پیس کے رکھ دیتے ۔ اس کے بعد مصر اور اسرائیل کی جتنی جنگیں ہوئیں ۔ دوسرے مسلمان عام لوگوں کی طرح تماشا دیکھتے رہے ۔

اور آج بھی جب کہ فلسطینی بچوں اور عورتوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا جا رہا ہے ، نوجوانوں کے سینوں کو چھلنی کیا جا رہا ہے ۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ مسلمان حکومتیں اپنی فوجوں کو فلسطینیوں کے شانہ بشانہ لڑنے کا حکم دیتیں ۔ لیکن افرادی امداد تو کجا ابھی تک تمام

مجلسِ ذکر

شیخ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور زید مجدہم

مقصدِ حیات کی تلاش

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۝

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ط صدق اللہ العظیم

اللہ کی بے پایاں رحمت ہے کہ آج پھر ہم مل بیٹھے ہیں۔ گذشتہ جمعرات آیت کریمہ کے ورد کے سبب آپ سے مخاطب ہونیکا موقع نہ مل سکا۔ چند گذارشات مختصر وقت میں عرض کروں گا۔ یہ دنیا جس میں ہم بس رہے ہیں، اس میں ہر انسان ایک چیز کی تلاش میں ہے۔ شب و روز اس کی جستجو میں سرگرداں ہے۔ دن کے اُجالے اور رات کی تاریکیاں اس کے راستہ میں رکاوٹ نہیں بن پاتیں۔ بلکہ طوفان بادوباراں اور بڑی سے بڑی رکاوٹ بھی اس کو اس چیز کے حاصل کرنے کے لیے مانع نہیں ہو سکتی، اس کے باوجود ابتدائے آفرینش سے انسانوں کی اکثریت اس چیز کو حاصل نہیں کر سکی، وہ اہم چیز ہے کیا؟ وہ ہے سکونِ قلب۔

آج انسانوں میں دوڑ ہے، ایکدوسرے پر سبقت لے جانے کی فکر ہے، ہر ایک دوسرے کو نیچا دکھانے میں منہمک ہے۔ لیکن اس کے باوجود اس کی کوششیں رائیگاں اور اس کی سعی ضائع جاتی ہے۔ اور جس کو وہ سکون سمجھتا ہے اس کے لیے وہ سراب ثابت ہوتا ہے۔ کوئی اپنا سکون دولت کے ڈھیروں میں تلاش کر رہا ہے، کوئی سونے چاندی کے زیورات میں اس کو ڈھونڈ رہا ہے کوئی طویل و عریض کوٹھی بناکر دل کو سکون پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ کوئی تجارت کے ذریعہ سکون کے حصول میں مصروف ہے، کوئی اولاد میں سکون میسّر آنے کی فکر میں ہے۔ کوئی بیوی کی اُلفت میں سکون کی جستجو کر رہا ہے، کوئی شراب کے جام لنڈھا کر اور نشہ آور دوائیں کھاکر سکون قلب کا نسخہ آزما رہا ہے۔ لیکن سکونِ قلب ہے کہ نہ کسی کو تحفہ میں ملتا ہے نہ بازار میں اس کی فروخت ہوتی ہے۔ نہ احباب کی مجلس میں میسّر آتا ہے۔ جتنی تلاش ان چیزوں میں کی جاتی ہے، اتنا ہی وہ مفقود ہوتا چلا جاتا ہے۔ بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو انسان کی پوری زندگی اضطراب، پریشانی بے چینی اور ذہنی کشمکش میں گذرتی ہے۔ پیدا ہوتا ہے تو رو رہا ہے، تھوڑا بڑا ہوتا ہے اپنے ہم جولیوں کو کھیلتے ہوئے دیکھتا ہے۔ جی چاہتا ہے وہ بھی ہر وقت ان کے ساتھ کھیلے۔ کبھی والدین اجازت دے دیتے ہیں، کبھی ڈانٹ پلا دیتے ہیں اور اسکی حسرت دل میں ہی گھٹ جاتی ہے۔ بالغ ہوتا ہے، شعور آتا ہے تو اپنی آرزوؤں کو عملی جامہ پہنا کر سکون حاصل کرنا چاہتا ہے لیکن تمام آرزوئیں شرمندۂ تعبیر نہیں ہوپاتیں اور یوں سکون چھن جاتا ہے۔ پھر عالم شباب میں شادی کی ضرورت پیش آتی ہے۔ اور وہ سمجھتا ہے کہ شاید یوں اطمینان حاصل ہو جائے۔ لیکن تقاضے گھر کے بڑھتے ہی جاتے ہیں۔ کبھی ایک چیز کم کبھی دوسری غائب، بیوی گھر میں آنے سے سکون کی بجائے ذمّہ داریوں میں اضافہ ہوا اور یوں سکون درہم برہم ہوا۔ پھر اولاد ہوتی ہے ان کی فکرِ معاش اور شادی کا سودا سر پہ سوار۔ اور یوں بالوں کی سیاہی سفیدی میں بدل جاتی ہے۔ اجل اپنے مقررہ وقت پر سامنے آجاتی ہے۔ اور دل کے ارمان دل میں ہی دم توڑ دیتے ہیں۔ سکونِ قلب اور اطمینان ساری عمر میسّر نہیں آتا۔

اس لیے آج آپ کو سکونِ قلب کا نسخہ بتا رہا ہوں اور وہ نسخہ کسی حکیم کی بیاض سے نقل کردہ نہیں، نہ کسی شاہی طبیب کا آزمودہ ہے۔ بلکہ یہ نسخہ اس ذات نے مخلوق کو بتایا ہے، جو مخلوق کی خالق ہے۔ جو ان کی دلی کیفیات سے آگاہ اور قلبی واردات سے آشنا ہے۔

وہ نسخہ قرآن کریم میں ان الفاظ کے ساتھ درج ہے:

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ط

کہ سکونِ قلب اور دلی اطمینان وہ صرف اللہ کے ذکر میں ہے، اس کی یاد میں ہے۔

اس کی یاد کسی حال میں ہو، گھر میں ہو، اکیلے ہو، بیوی بچوں میں ہو، باہر ہو، خلوت میں ہو یا جلوت میں، احباب کی محفلوں میں ہو یا تجارت میں مشغول، اس کا دل ہر حال میں اللہ کی یاد میں مشغول ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم فرماتے ہیں کہ:

"اپنی زبان کو ہر حال میں اللہ کے ذکر سے تر رکھو"

البتہ ایک جگہ سے آپ نے روکا ہے کہ جب پاخانہ اور قضائے حاجت کے لیے جائے تو ذکر نہ کرے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ وہاں بھی زبان سے ذکر تو نہ کرے لیکن دل میں ذکر جاری رہے تو کوئی حرج نہیں۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ:

"ذکر کی مثال چھری کی ہے۔ بکری کی گردن پر رکھی جائے تو اس کی ہڈی فوراً کٹ جاتی ہے اور وہی چھری اگر خنزیر کی گردن پر رکھی جائے تو اس کی ہڈی نہیں کٹتی۔ کیونکہ اس کی ہڈی سخت ہوتی ہے۔ ایسے ہی وہ دل جو تزکیہ سے صاف ہو ذکر اس پر فوری اثر کرتا ہے اور جو گناہوں سے دل سخت ہو چکا ہو۔ اس کی مثال خنزیر کی ہڈی کی ہے۔ جس پر ذکر کوئی اثر نہیں کرتا"

آج ہمارے قلوب کو سکون اسی وجہ سے نہیں، کہ ہمارے دل اللہ کی یاد سے غافل ہیں۔ نہ تلاوتِ قرآن کی عادت ہے، نہ نمازِ پنجگانہ کی پابندی۔ یہ دونوں بھی ذکر میں شامل ہیں۔ اگر ان دو کی بھی پابندی ہو جائے تو ہماری زندگی میں روحانی انقلاب بپا ہو سکتا ہے۔

خدا ہمیں سکونِ قلب کی دولت نصیب فرمائے۔ آمین یا ارحم الراحمین۔

بقیہ: خطبۂ جمعہ

مسلم سربراہ اس بات کے لیے سر جوڑ کر بیٹھے نہیں کہ اسرائیل کے مذموم عزائم سے کس طرح مظلوم فلسطینیوں کو نجات دلائی جائے۔ شام کے صدر حافظ اسد نے اخباری بیان ضرور دیا ہے۔ لیکن عملی طور پر فلسطینی ابھی تک اکیلے ہی اسرائیلی جارحیت کا مقابلہ کر رہے ہیں

کاش! ہمارے مسلمان اپنی اغراض اور ذاتی مفادات سے بالاتر ہو کر صیہونی طاقت پر پل پڑیں۔ خدا کی نصرت پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے تمام مادی وسائل کو بروئے کار لائیں اور دشمن کو ایسا مزہ چکھائیں کہ آئندہ دنیا کی کوئی طاقت کسی مسلمان حکومت کی جانب آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ سکے۔ ■■

قندیلِ حرم

بخاری اور مسلم کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں انسانی صورت میں تشریف لائے اور حاضرین کی موجودگی میں سوال کیا کہ اے اللہ کے نبی! قیامت کب قائم ہو گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: مجھے اس سلسلہ میں سوال کرنے والے سے زیادہ علم نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت بد ترین لوگوں پر قائم ہو گی اور یہ اس وقت تک نہ آئے گی جب تک زمین پر اللہ اللہ کیا جاتا ہے گا۔ آپ نے فرمایا قیامت کسی اس شخص پر قائم نہ ہو گی جو اللہ اللہ کہتا ہو گا۔ اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ قیامت کے آنے کے وقت کوئی مسلمان دنیا میں موجود نہ ہو گا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت اس قدر اچانک آ جائے گی کہ اونٹنی کا دودھ نکالنے والا اسے پی بھی نہ سکے گا اور دو آدمی خرید و فروخت میں مصروف ہوں گے اور ہنوز سودا طے بھی نہ ہو گا۔ کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ فرمایا: قیامت جمعہ کے دن ہو گی اور فرشتے، آسمان، زمین، پہاڑ سب جمعہ کے دن سے ڈرتے ہیں کہ آج قیامت قائم نہ ہو جائے۔ ■■

(محمد شفیق ساہیوال)

تبرکاتِ قاسمیہ

یہ نظم حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے غالباً حج کے موقعہ پر کہی تھی۔ کہتے ہیں کہ آپ نفلی طواف اپنے ساتھیوں کی نسبت کم کرتے تھے اور کعبہ معظمہ میں ایک بے خودی کی سی حالت میں بیٹھے رہتے تھے۔ کسی نے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی شکایت کی کہ میاں قاسم طواف کم کرتے ہیں اور بیٹھے رہتے ہیں۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ میاں قاسم کو اُن کے حالات پر چھوڑ دو۔

اس نظم میں پانچویں شعر میں اسی کا اشارہ ہے۔

(ماہنامہ دار العلوم جون ۱۹۷۶ء)



جما کر تیری صورت رُو برُو ہم
کیا کرتے ہیں پہروں[1] گفتگو ہم

کیا کہتے ہیں کہن نامہ بر یاد
رُخِ گلفام[2] زلفِ مشک بُو ہم

اگر یونہی کٹی یہ زندگانی
تو لے جائیں گے کیا کیا آرزو ہم

نگاہِ لُطف کے ہیں زخم دل میں
کریں اے چارہ گر[3] کیوں کر رفو ہم

پڑا رہنے دے اے شوقِ دلآرام[4]
ابھی بیٹھے ہیں پھر کر چار سُو ہم

بس اتنا تنگ مت کر اے وحشتِ دل
لیے بیٹھے ہیں اپنی آبرو ہم

دلِ مشتاق کی اپنی کہانی
کہیں گے جب ملیں گے پھر کبھو ہم

لبِ شیریں سے خود کامی تو معلوم
پئیں گے ہمدم[5] اب اپنا لہو ہم

نہ جاناں ہے نہ جاں ہے اور نہ دل ہے
کریں کس کس کی یارب جستجو ہم

نہیں ساقی تو ہمدم توڑ دیں گے
کبھی پتھر پہ ساغر اور سبو ہم

کبھی کیا کیا تھا اور اب کیا ہے ارمان
کبھی بیٹھے بھی تھے مل کر کے تو ہم

رقیبوں کا خطر ہے گا وگرنہ
سنا دیتے فسانہ مُو[6] بمُو ہم

پئے تشہیر مشتِ خاک قاسم!
اڑائیں گے کہیں ہیں؛ کو بکو ہم

---

[1] پہرا تین گھنٹے کا وقفہ [2] گلفام۔ پھول کے رنگ والا [3] طبیب [4] دل کو آرام دینے والا [5] یار دوست [6] حرف بحرف۔

القصيدة الثانية

في رثاء الرحلة المجاهد الزاهد العارف بالله

امیر المؤمنین فی الحدیث مولانا محمد یوسف البنوری

نوّر الله ضریحه

من

مولانا محمد موسیٰ الروحانی البازی : استاذ الحدیث بالجامعة الاشرفیة لاہور

إنّ المنيّةَ لا تُؤامِرُ مَيِّتًا — في رُوحِهٖ بل بَغتةً هي تَهجُمُ
آہ! موت کسی کے ساتھ مشورہ نہیں کرتی — اُس کی جان لینے میں بلکہ وہ اچانک گرفتار کرتی ہے

سَحَرتْكَ دنيا، يا أخي، أنفاسُ زَهرتِها — نَوافِثُ والنَّوافثُ تازِمُ
اے بھائی! دنیا نے آپ پر سحر کیا، اسکی رنگینی کے انفاس — مانند زنانِ جادوگرہ ہیں، جو سخت تباہ کن ہیں

وَ أخو المنيّةِ كُلُّ نفسٍ وابنُها — والموتُ لا يُرجىٰ ولا يتقدّمُ
اور ہر شخص موت کا بھائی اور بیٹا ہے — موت اپنے وقت سے نہ مؤخر ہوتی ہے نہ مقدّم

و نعيمُ ذي عيشٍ سيُصبحُ زائلًا — فاختَرْ لنفسِكَ كُلَّ ما لا يُعدَمُ
اور ہر صاحبِ عیش کی نعمت ایک دن ضرور فنا ہو جائیگی — پس اپنے لیے وہ چیز اختیار کر جو فنا نہیں ہو سکتی!

دارٌ بُليتُ بوُدِّها غدّارةٌ — خوّانةٌ و مُحِبُّها يتظلّمُ
آہ! میں اس دنیا کی محبت میں گرفتار ہوا جو دھوکہ باز — و خائن ہے اور اس کے دوست بھی اس کے ظلم و ستم کے شاکی ہیں

وَ بِحَمدِها وَ بِذَمِّها وَ بِبُعدِها — وَ بِقُربِها غَرَّتْ فَها هي تَنقمُ
دنیا نے انقلابات، حمد و مذمت — بُعد — و قرب سے فریب دیا، سو یہ دنیا انتقام لے رہی ہے

ضاقتْ عليَّ برُحبِها لا تنقضي — لي لذّةٌ إلّا بروعٍ يصدمُ
دنیا وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی۔ کیونکہ ہر — خوشی و لذّت کے بعد ایک عظیم خوف و غم مصادم ہوتا ہے

لو تعدِلُ الدنيا جناحَ بعوضةٍ — ما ذاقَ منها كافرٌ ما يطعمُ
اگر دنیا مچھر کے پر کے برابر ہوتی اللہ تعالیٰ کے نزدیک — تو کافر کو اس میں کچھ بھی نہ چکھنے دیا جاتا

ما أقتلَ الدنيا لِمن يختارُها — تُردي كما يُرديكَ أفعىٰ ضرزمُ
آہ دنیا اپنے عشاق کی کتنی بڑی قاتل ہے — وہ تباہ کن ہے جس طرح زہریلا اژدھا تباہ کرتا ہے

يا جامعَ الدنيا لغيرِكَ جامعٌ — تبقى الكنوزُ وما بنيتَ و تُغرَمُ
اے دنیا جمع کرنے والے! تو غیر کے لیے جمع کر رہا ہے — یہ سب خزانے اور آپکے مکانات پیچھے رہ جائیں گے اور آپ نقصان پائینگے

لو كانت الدنيا تدوم لواحد ‏ دامت لفخر الرسل من هو أكرم
اگر دنیا کسی کے لیے سدا باقی رہ سکتی ‏ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہمیشہ رہتی کیونکہ آپ سب سے افضل ہیں

رحل الكريم و سوف نرحل بعده ‏ من موته جنّ البرايا غيهم
آہ بنوری صاحب چل بسے اور عنقریب ہم سب اسکے پیچھے جانے والے ہیں ‏ آپ کی موت سے سب مخلوق پر تاریکی چھا گئی

و مضى محمد يوسف القدم الفتى ‏ لهفي : توفاه الكريم الأكرم
مولانا محمد یوسف رح سردار صاحب فتوۃ چل بسے ‏ آہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا

من كان ينصر ربه و يمده ‏ ربي بما لم يحتسبه و يعصم
آپ دین اللہ کے مددگار تھے اور اللہ تعالیٰ اس کا مددگار ‏ اور محافظ تھا ایسے طریقوں سے جن سے وہم و گمان بھی نہ تھا

من ينصر الرحمن محتسبا له ‏ ينصره في الدارين نصر يفخم
جو بھی دین خدا کی نصرت کرے اخلاص سے ‏ اللہ تعالیٰ دارین میں اس کی بڑی مدد فرمائیں گے

من للحديث بعده يرويه في ‏ شرق و في غرب و لا يستعجم
اب کون ہے حدیث کے لیے کہ ان کی روایت کرے ‏ مشرق و مغرب میں۔ اور اس میں ذرہ ابہام نہ چھوڑے

من للشريعة بعد شيخ قد سما ‏ بجهوده الدين الحنيف القيم
اب کون ہے شریعت کا غمخوار بنوری کے بعد کہ بلند ہوا ‏ جن کی کوششوں سے دین حنیف

من للتقى و مكارم الأخلاق يسقي روضها و مروجها و يقلم
آج کون ہے تقویٰ و نیک اخلاق کے لیے کہ سیراب کرے ‏ ان کے باغات اور سبزہ زاروں کو اور اصلاح کرے

أبكي على تلك الشمائل غالها ‏ موت و أخفاها الثرى و الجصلم
میں ان مکارم خصال پر رو رہا ہوں جنہیں چھین لیا ‏ ہم سے موت نے اور خاکِ قبر نے چھپا لیا

فليبكه مصر و باكستان و الهند ‏ و كل العرب ثم العجم
چاہیے کہ آپ پر روئیں مصر اور پاکستان ‏ ہندوستان، سارا عرب اور سارا عجم

الجن مثل الإنس تبكي و لهًا ‏ و الوحش تبكي شجوها و الضيغم
کل جنات مثل انسان گریہ کناں ہیں پریشان ہو کر ‏ اور جنگل میں کل جانور اور شیر اس غم سے رو رہے ہیں

إن المعارف و العوارف و البدا ‏ ئع و اللطائف و العلى تتدهكم
بلا ریب معارف عوارف بدائع ‏ لطائف اور دینی بلندی مصیبت زدہ ہیں

إني و يوسف يوم مات مودعا ‏ كالمرء قطع ساعداه فيألم
میرا حال جس دن مولانا محمد یوسف رح مرے الوداع کہتے ہوئے ‏ اس شخص کا سا ہے جس کے دونوں بازو کٹ گئے درد و الم سے کراہ رہا ہو

إني و يوسف حينما شيعته ‏ كالروح شيعها الحشا و المعصم
میرا حال جس دن بنوری صاحب کو میں نے رخصت کیا ‏ ایسا ہے جیسا کہ روح کو دل و بازو رخصت کر دے

شمس توارت بالحجاب من الثرى ‏ و الشمس في الترباء لا تتكتم
آپ آفتاب علم تھے جو مٹی کے پردے میں پوشیدہ ہو گئے ‏ مگر آہ آفتاب! تو مٹی میں نہیں چھپا کرتا

من ذا يساوي الشيخ في العلم الذي ‏ يرويه بالسند القوي و يحكم
کون برابر ہو سکتا ہے حضرت شیخ رح کے ساتھ اس علم میں ‏ جس کی آپ بسند قوی روایت و استحکام فرماتے ہیں

هو سيد سند متين مسند! ‏ عدل قوي ضابط و معلم
آپ سردار، سند، قوی، مرفوع احادیث بیان کرنے والے ‏ عدل والے، ثقہ، ضبط والے اور بڑے استاد تھے

متفقهٌ و مفسّرٌ و محدّثٌ ‌ ‌ و مصنّفٌ و مناظرٌ متکلّمٌ
آپ فقیہ، مفسر، محدث ‌ ‌ مصنف، مناظر اور متکلم تھے

و هو الولیُّ ابنُ الولیِّ ابن الولیِ ‌ ‌ نِعمَ الآبُونَ لهٗ و نِعمَ الابنُ
آپ ولی اللہ ابن ولی اللہ ابن ولی اللہ تھے ‌ ‌ زہے سعادت، کتنے اچھے آباء ہیں اور کتنا اچھا بیٹا

حِبُّ الوریٰ طرًّا کأنّ کلامه ‌ ‌ دُرَرٌ یُمالُ بها القلوبُ و درهمُ
آپ سب کے محبوب ہیں گویا کہ آپ کا کلام ‌ ‌ موتیاں اور دراھم ہیں جن کے ذریعہ قلوب کو مائل کیا جاتا ہے

العابد الأوّاهُ مصباحُ الهدیٰ ‌ ‌ علّامةُ العصر الامام الصّیرمُ
آپ عابد، خشوع والے، ہدایت کے چراغ ‌ ‌ علامۂ عصر، امام اور صائب الرائی ہیں

السیّد العلّام ابلج وجهه ‌ ‌ کالبدر فی الاحبار وهو متمّمُ
آپ سیّد، علّام حسین کشادہ چہرہ والے ہیں ‌ ‌ آپ علماء میں مثل بدر کامل ہیں

الدرسُ والقلمُ السریع رداؤه ‌ ‌ و دِثارُهٗ و شعارُهٗ والمتعظّمُ
تدریس اور تصنیف میں قلم رواں آپ کی چادر ‌ ‌ آپ کا ظاہر اور آپ کا بلند باطن ہیں

والکتبُ والذکر الکثیرة جلیسه ‌ ‌ و خلیلُهٗ و بهٖ الفؤادُ متیّمُ
کتابیں اور ذکر کثیر آپ کے ہمنشین ‌ ‌ اور دوست ہیں اور آپ کا دل ان پر عاشق ہے

یهدی الی سُنَنِ الهدیٰ و یفیدُ ما استقصی المباحثَ واستفادَ و یجزمُ
آپ نیک امور کے ہادی اور افادہ کرتے تھے وہ مباحث جن کا ‌ ‌ آپ احاطہ واستفادہ کرتے تھے اور محکم بات کہتے تھے

کالنجم بل کالبدرِ بل کالشمس فی ‌ ‌ کبدِ السّماءِ وضوؤها لا یُکتَمُ
آپ مثل ستارہ کے ہیں بلکہ بدر کامل بلکہ آفتاب کی مانند ہیں ‌ ‌ جو وسط آسمان میں ہے اور اس کی روشنی کسی سے پوشیدہ نہیں ہے

وحمی حِمی الدین الحنیف و غاصَ فی ‌ ‌ مالم یغُصه الاقدمون وهم هُمُ
آپ نے حمیٔ اسلام کی حفاظت کی اور ان حقائق تک پہنچے جن تک ‌ ‌ بعض قدماء بھی نہ پہنچ سکے تھے حالانکہ ان کا بلند مقام سب جانتے تھے

الموتُ جسرٌ للاحبّةِ مُوصِلٌ ‌ ‌ هی نکتةٌ و یقلُّ مَن هو یفهمُ
موت اولیاء اللہ کے لیے خدا تعالیٰ تک پہنچانے کا پل ہے ‌ ‌ یہ ایک بڑا نکتہ ہے مگر اس کے سمجھنے والے بہت کم ہیں

الموتُ تحفةُ میّتٍ متورّعٍ ‌ ‌ رِعةَ البنوریِّ الذی هو خِضرمُ
موت خدا کا بہترین تحفہ ہے پرہیزگار کے لیے ‌ ‌ جیسا کہ بنوری صاحب پرہیزگار ہیں اور سردار ہیں

قد عاش فینا طیّبًا و یکونُ عندَ الله أطیبَ والمهیمنُ اعلمُ
آپ ہم میں بہتر تھے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی ‌ ‌ بہتر ہوں گے انشاء اللہ اور اللہ بہتر جانتے ہیں۔

اذ لیس للانسانِ الّا ما سعیٰ ‌ ‌ فسعیتَ للاُخریٰ و فیها تغنمُ
چونکہ انسان صرف اپنی محنت ہی کا پھل پا سکتا ہے ‌ ‌ اسی واسطے آپ نے آخرت کیلئے بڑی محنت کی اور وہاں نفع پائیں گے

انظیر نفسکَ قد حویتَ معارفًا ‌ ‌ للغیر لا تُرجیٰ و لا تتوهّمُ
اے بے نظیر! آپ نے وہ معارف حاصل کئے تھے ‌ ‌ کہ اس زمانہ میں غیر کے لیے انکے حصول کی توقع اور گمان نہیں کیا جا سکتا

فحملتَها و کما وعیتَ رویتَها ‌ ‌ والیوم نضّرک الکریمُ الارحمُ
آپ ان معارف کے حامل تھے اور جس طرح یاد کیا اسی طرح انکی روایت کی ‌ ‌ آج قبر میں اللہ تعالیٰ بطور ثواب آپ کو خوشنما کرے گا

انفقتَ عمرکَ دارسًا و مصنّفًا ‌ ‌ مستنبطًا نکتًا و ربّک یُلهِمُ
آپ نے اپنی عمر صرف کی درس و تصنیف میں ‌ ‌ اور علمی اسرار کے استنباط میں اور اللہ تعالیٰ الہام فرماتے تھے

ھٰذا خوانُ العلمِ انت مَلکتَه ۔ وَالغیرُ مِن اَھلِ العلومِ تَخَمَّسُوا
دستر خوانِ علم کے آپ ہی مالک ہیں ۔ اور دیگر علماء آپ کے خوشہ چیں ہیں

وَ معارِفُ السُّنَنِ الَّتی اَلَّفتَھا ۔ تَبکِیکَ ، شیخی ، لیتَ کُنتَ تُتَمِّموا
آپ کی تالیف معارف السنن آپ پر ۔ ماتم کناں ہے کاش آپ اسے مکمل کر چکے ہوتے

شَبِعیَ الورٰی طُرًّا و مَن لَم یَشجَ مِن ۔ جِرَّاکَ فَھُو ھَبَنقَعٌ وَ مُفَرزَمٌ
سب لوگ غمگین ہیں اور جو غمگین نہ ہو آپ کی ۔ وجہ سے ۔ سو وہ احمق اور کمینہ ہے

او مُلحِدٌ او قادیانیٌّ و مَن ۔ لا یَعقِلُونَ وَ مِن فُسُوقٍ قَد عَمُوا
یا ملحد یا قادیانی ہو گا اور وہ جو ۔ عقل نہیں رکھتے اور فسق کی وجہ سے اندھے ہو گئے ہوں

یا شیخَنَا ۔ اذھب انت حَیٌّ لم تَمُت ۔ اِذ عِلمُکم باقٍ کغیثٍ یسجمُ
اے ہمارے شیخ ! جائیے آپ زندہ ہیں مرے نہیں ۔ کیونکہ آپ کا علم سدا باقی ہے جیسا کہ موسلا دھار بارش ہو

یأتیک یا شیخَ الشیوخِ ۔ دُعاؤُنا ۔ وثناؤُنا و تحیَّۃٌ وَ مُسَلَّمُ
اے شیخ مشائخ ! آپ کی خدمت میں سدا پہنچتی رہے گی ہماری دعا ۔ مدح ، تحایا اور سلام

ما لاحَ نجمٌ فی الریاضِ و اَشرَقَت ۔ شمسٌ و بدرٌ فی السَّماءِ وَ اَنجُمُ
جب تک پودے باغ میں نمودار ہوتے رہیں اور چمکتے رہیں ۔ آسمان میں آفتاب و بدر اور ستارے

افاداتِ محمود

ضبط و ترتیب : مولوی محمد یوسف

مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود صاحب

موسیٰ علیہ السلام نے ربوبیت کا ذکر کس طرح کیا؟

موسیٰ علیہ السلام جب فرعون کے پاس گئے تو فرعون نے پوچھا وما رب العالمین - تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا رب السموٰت والارض وما بینھما (الآیہ) لیکن فرعون اس جواب سے خوش نہ ہوا اور کہا - انّ رسولکم الذی ارسل الیکم لمجنون - یہاں فرعون نے پوچھا تھا وما رب العالمین اور " ماھو" سے ذاتیات کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے یعنی سوال عن حقیقت الشیٔ - لیکن جواب میں اللہ کے اوصاف ذکر کیے گئے کیونکہ اللہ کی حقیقت معلوم نہیں لا یحدّ ولا یتصور پھر دوبارہ پوچھا تو فرمایا ربکم و رب اٰبائکم الاولین - پھر سہ بارہ پوچھا تو فرمایا رب المشرق والمغرب وما بینھما (الآیہ)

ربوبیت زمانی و مکانی و وضعی

ایک ربوبیت فی کل مکان ہے لہٰذا اس کا ذکر فرمایا رب السموٰت والارض وما بینھما کہ ہر مکان کا رب ہے اور دوسرے میں ربوبیت فی کل زمان کا ذکر فرمایا ربکم و رب اٰبائکم الاولین (الآیہ) اور ربوبیت وضعی کے عموم کا ذکر فرمایا رب المشرق والمغرب وما بینھما۔

لہٰذا یہاں زمان و مکان و وضع کی تعمیم مقصود تھی - تو یہاں تین تعمیمات سے جواب دیا - اور ثابت کر دیا کہ ربوبیت الٰہی عامہ ہے -

اور اس کے مقابل میں فرعون کی ربوبیت خاصہ ہے فی المکان کہ اس کی ربوبیت صرف لافراد مملکتہ ہے اور ربوبیت زمانی و وضعی میں بھی عموم نہیں ہے -

لہٰذا یہ ثابت کر دیا کہ فرعون کا کہنا غلط ہے -

مٰلک یوم الدین

اور وہی اللہ روزِ جزاء کا مالک ہے -

اللہ تعالیٰ کی ملکیت کا اختصاص

صرف یوم الدین کے ساتھ کیوں؟

یہاں یوم الدین کا اختصاص اس لیے ذکر کیا کہ یوم الدین کی ملکیت صرف اللہ ہی کے لیے مختص ہے لیکن دنیا میں بظاہر بہت سے لوگ ملکیت کا دعوےٰ کرتے ہیں کہ مُلک فلاں مَلک فلاں - یہ صرف یہاں کے مالک ہیں آخرت کے نہیں -

غیر اللہ کو شہنشاہ کہنا کیسا ہے؟

حدیث شریف میں آتا ہے کہ کسی کو مَلِکُ الاملاک یعنی بادشاہوں کا بادشاہ نہ کہو اور لفظ شہنشاہ یعنی شاہِ شاہاں کہنا بھی اسی حکم میں شامل ہے - لہٰذا یہ صراحۃً ممنوع ہے - بلکہ یہ لفظ صرف اللہ کے لیے مختص ہے - چنانچہ فرمایا:

لمن الملک الیوم، للہ الواحد القہار -

مٰلک

اسی لفظ کو امام قرأت حفص مالک بالف پڑھتے ہیں اور امام عاصم کوفی مٰلک میم کے اوپر کھڑی زبر پڑھتے ہیں -

مٰلک او مالک میں کیا فرق ہے؟

مالک اسم فاعل کا صیغہ ہے یہ عام طور پر مِلک سے استعمال ہوتا ہے اور مَلِک صفت ہے اس کا مصدر مُلک ہے یعنی بادشاہی۔ اور آخرت میں مِلک بھی اور مالک بھی اللہ ہے لہذا دونوں صحیح ہیں اور جو خدا مالک بھی ہے اور اس کی ربوبیت بھی عامہ ہے زمان و مکان و وضع میں۔ تو عبادت کے بھی وہی لائق ہے۔

اقسام عبادت

عبادت دو قسم پر ہے۔ جلالیؔ و جمالیؔ۔

عبادت جمالی

اگر عبادت بوجہ محبت ہو یعنی سبب عبادت محبت ہو تو اس کو عبادت جمالی کہتے ہیں۔ جیسے حج کی عبادت، اس میں محبت کے سوائے اور کیا چیز ہے۔ اسی طرح صوم بھی عبادت جمالی ہے کہ محبوب کے کہنے پر ہی تو کھانا پینا اور جماع کو چھوڑا کہ یہ تمام علائق دنیا ہیں کہ زن و زر یہ تمام مصائب بھی تو ہیں اور خدا سے روکنے والی چیزیں ہیں۔

تفصیل جمال وکمال

مُحب پر محبوب کا ایک حق ہوتا ہے اور مُحِب محبوب کا پرتوؔ ہوتا ہے۔ تو صوم رمضان بھی عبادت جمالی ہے کہ علائق دنیا سے لاتعلق ہو گئے اولاً۔

اور محبوب بھی نہ کھاتا تھا نہ پیتا تھا نہ خواہشات کا اتباع کرتا تھا لہذا مُحِب نے بھی یہ سب کچھ نہ کیا۔ پھر محب کی طبیعت محبوب کے گھر جانے کی طرف مائل ہوئی تو ایک لمبا سفر بحر و بر، دشت و دریا کا طے کر کے جاتے ہیں ؎

وعدۂ وصل چوں شود نزدیک
آتشِ عشق تیز تر گردد

اور پھر سِلے ہوئے کپڑے اتار دیتے ہیں اور چادریں جو کہ میّت کے کفن سے مشابہ ہوتی ہیں پہن لیتے ہیں گویا کہ اب محبوب کے لیے زندگی سے بھی لاتعلق ہو گئے۔ اور پھر لبیک کہہ کر تمام توجہات محبوب کی طرف کر لیتا ہے اور جب بیت اللہ کا دیدار کرتا ہے تو وصال کی خوشی برداشت نہ کرتے ہوئے بلبلاتا ہے، تلملا اٹھتا ہے اور مسجد حرام میں جا کر محبوب کے گھر کے ارد گرد متحیّر ہو کر پھرتا ہے۔ کما قال الشاعر

یقبّل ذا الجدار و ذا الجدار
(کبھی اس دیوار کو بوسہ دیتا ہے کبھی اس دیوار کو)

حج دیوانگی سے قبول ہوتا ہے

فرزانگی سے نہیں

کہ تلاش کرتا ہے کہ محبوب کہاں ہے اور حج کی عبادت میں محبت ہی ہے اور محبت پیدا ہوتی ہے کمال سے احسان سے اور اس کے لیے عبادات جمالی ہیں۔

دوم عبادتِ جلالی

عبادتِ جلالی میں نفع کی امید ہوتی ہے اور ضرر کا خوف ہوتا ہے لہذا عبادتِ جلالی کے بارے میں کہا گیا۔ ھوالنافع الضارّ۔ جیسے کہ نماز اور زکوٰۃ یہ دونوں جلالی ہیں اگر یہ عبادت نہ کرے تو عذاب ہے، اگر کرے تو ثواب ہے اور کسی عبادت کا سبب محبوب کی عظمت اور اس کا جلال ہے۔

سورۃ الفاتحہ میں ذکر جمال وکمال

الحمدللہ میں کمال کا ذکر کیا۔ اور رب العالمین الرحمن الرحیم میں جمالیات کا ذکر اور احسانات کا ذکر فرمایا۔ اور احسان و کمال کی وجہ سے محبت پیدا ہوتی ہے اور یہی محبت سبب ہے عبادت کا۔ اور عبادت میں تکاسل و تغافل کا خطرہ تھا۔ تو مالک یوم الدین کہہ کر متنبہ کر دیا۔

یوم الدین ———
بمعنی روزِ جزاء۔ دَانَ یَدِینُ۔ بدلہ دینا جزاء دینا۔ کما قال الحماسہ؛
ع فَدِنَّاهُمْ كَمَا دَانُوا۔

اسی وجہ سے مالک یوم الحشر کے بجائے مالک یوم الدین کہا اور اس کا ذکر اس لیے فرمایا کہ آخرت میں اللہ اچھے کام کی جزاء اور بُرے کام کی سزا بھی دے گا۔

اور اس جزاء و سزا کا سبب مالک یوم الدین ہونا ہے۔

یہاں تک سورۃ الفاتحہ میں

تمہیدات تھیں جن سے معلوم ہُوا کہ اب سوائے خدائے عز و جل کے اور کوئی محبوب و معبود و مقصود و مسجودو موجود نہیں ہے اور ان تمہیدات ہیں چونکہ محبوب و معبود کی ذات کا تعین بظاہر نہ کیا جا رہا تھا۔ لہذا غائب کے صیغے استعمال کئے گئے اور اب تعین ہو چکا ہے لہذا اب حاضر کے صیغے استعمال کیے جا رہے ہیں۔

اور فرمایا۔ ایاك نعبد و ایاك نستعین ۔ الخ۔

ایاک مفعول بہ مقدم ہے۔

نعبدك ———

یہاں نعبدک و نستعینک ہونا چاہیے تھا۔ لیکن ایاک نعبد تقدیم ما حقہ، التاریخ یفید الحصر والاختصاص ہے کہ ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں تو حصر فی العبادت ہے اور ایاک نستعین میں حصر فی الاستعانت ہے۔

اقسام عبادت

انسان کے ہر عضو کی عبادت ہوتی ہے۔ کبھی زبان سے جیسے تسبیح اور کلمات الخیر۔ اور کبھی آنکھ سے۔ جیسے نظائر قدرت اللہ۔ جیسے فرمایا۔ افلاینظرون الی الابل کیف خلقت (الآیہ) کہ دیکھنے سے آپ کو سبق ملے گا۔ اسی طرح عبادت السمع کلام اللہ کا سننا ہے۔ ہاتھوں اور پاؤں کی عبادت جہاد میں ہے اور مسجد کی طرف جانا، ہاتھ سے قرآن کی تفسیر لکھنی۔

الغرض تمام قوٰی ظاہری و باطنی کو اللہ کی رضا میں استعمال کریں تو یہ عبادت ہے۔

فرقۂ قدریہ وجبریہ اور مسلک اہلسنت والجماعت

ایاک نستعین سے رَدّ ہے دو فرقوں جبریہ و قدریہ پر۔

جبریہ وہ فرقہ جو کہ انسان کو مجبور محض کہتا ہے۔ کالحجر۔ کہ وہ خود کوئی حرکت نہیں کرتا جب تک کہ دوسرا حرکت نہ دے۔

قدریہ وہ فرقہ ہے کہ اس کے نزدیک انسان اپنے افعال خود کرتا ہے اور اس پر قادر ہے اور اپنے افعال کا خالق بھی ہے۔

اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ان کے درمیان میں ہے اور افراط و تفریط سے پاک ہے کہ انسان کو اختیار ہے ایک حد تک۔ ورنہ جبریہ کے عقیدہ کے مطابق انسان مکلف نہیں ہوگا عبادات کے ساتھ۔ کیونکہ مکلف کو تکلیف دی جاتی ہے امور اختیاریہ میں لیکن امور اضطراریہ میں تکلیف دینا ممکن نہیں۔ کحرکۃ المرتعش۔ یعنی جس آدمی پر رعشہ طاری ہو جائے اور اس کے ہاتھ ہر وقت ہلتے ہیں۔ اب اس کو یہ کہنا کہ ہاتھ ہلاؤ یا ہاتھ نہ ہلاؤ دونوں بے کار ہیں۔ اسی طرح جبریہ کا جب عقیدہ یہ ہے کہ انسان مجبور محض ہے تو پھر اس کو احکام کا پابند کرنا اور منہیات سے روکنا بے معنی ہے کیونکہ ان کا عقیدہ مبطل اختیار ہے اور اس سے امور تکلیفیہ سلب ہو جاتے ہیں لہذا جبریہ پر ایاک نعبد سے تردید کی کہ ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ لیکن جبریہ سے سوال کریں کہ کیا فائدہ عبادت کرنے کا جب ثواب نہیں۔ معلوم ہُوا کہ جبریہ کا عقیدہ باطل ہے اور اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق انسان ایسا با اختیار بھی نہیں کہ خود ہی قادر بن جائے لہذا ہم اپنے اختیار کے ساتھ عبادت کرتے ہیں لیکن استعانت اللہ کی ہوتی ہے۔ استعانت سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے تندرستی دی اور اعضاء دیئے، جھکنے اور جوڑوں کو موڑنے کی صلاحیت دی تو ایاک نستعین فرما کر قدریہ پر رَد فرمایا۔ سو انسان قادر ہے لیکن اختیار کی حد تک۔

استعانت کا معنیٰ کیا ہے؟

استعانت کا معنی ہے ، الطلب العون (مدد طلب کرنا) لیکن بعض صوفیا کہتے ہیں استعانت مشتق ہے عین سے۔ (باب یائی ہے) یعنی مراد مشاہدہ ہے کہ ہم مطالبہ کرتے ہیں مشاہدہ کا۔ یعنی درخواست ہے کہ ہم آنکھوں سے آپ کو دیکھیں لیکن یہ محض تکلف ہے معنی اول راجح و معتبر ہے۔

مدد کس سے مانگی جائے؟

اگر استعانت غیر اللہ سے ہو لیکن اس کو رجوع ہو اللہ کی طرف تو جائز ہے اور اگر استعانت محض غیر اللہ سے طلب کر رہا ہے تو یہ ناجائز ہے۔ اسی طرح اگر کوئی کسی سے

مدد مانگے اور اس بات کا یقین ہے کہ یہ مدد بتوفیق اللہ ہے ، یعنی استعانت غیر مستقلہ ہو اور مرجع اللہ ہے تو جائز ہے لیکن استعانت خاصہ و ذاتی صرف اللہ کے ساتھ خاص ہے۔

اس وجہ سے ایاک نعبد پر ہی نستعین کا عطف کرتے تو کام بن جاتا لیکن نستعین کے ساتھ بھی ایاک لگایا تاکہ واضح ہو کہ مدد صرف اللہ ہی سے مانگی جا سکتی ہے۔

اھدنا الصراط المستقیم

مومن صراط مستقیم پر ہی ہوتا ہے

پھر صراط مستقیم مانگنے کا کیا فائدہ ؟

صراط مستقیم کی استقامت پر نظر ڈالیں تو کئی حیثیتوں سے اس کو صراط مستقیم کہا جاتا ہے۔

اول : الصراط المستقیم۔ ای الطریق القصیر (چھوٹا راستہ) ایسا چھوٹا راستہ جو منزل پر جلدی پہنچا دے۔ لہذا استقامت باعتبار الطول والعرض ہے۔

دوم : الصراط المستقیم ای الطریق المستوی برابر راستہ) کوئی چیز حائل نہیں۔ کانٹے نہیں ، کوئی تکلیف دہ چیز نہیں ہے۔

سوم : الصراط المستقیم ای الطریق المأمون (محفوظ راستہ) یعنی چور ڈاکو اور راہزن نہیں ہیں۔ درندہ وغیرہ نہیں ہیں۔

اب یہاں گذشتہ اشکال کہ مومن پہلے ہی سیدھے راستہ پر ہے پھر یہ صراط مستقیم کیوں مانگتا ہے۔ اس کا جواب بھی ہو گیا کہ اگر وہ صراط مستقیم یعنی چھوٹے راستہ پر ہے تو صاف راستہ مانگ رہا ہے اگر صاف راستہ پر ہے تو محفوظ راستہ مانگ رہا ہے لہذا وہ تحصیل حاصل نہ رہا۔

اور یہاں صراط مستقیم دنیوی مراد ہے اخروی مراد نہیں۔ کیونکہ اس کے بارے میں یہ تفصیل نہیں ہے بلکہ دریا تو بند ہوگا یا کھلا ہوگا۔

استقامت کی تفصیل

استقامت تین چیزوں میں ہے (۱) فی الاقوال (۲) فی الافعال (۳) فی الاحوال۔

لہذا ایک آدمی کو ایک اعتبار سے تو استقامت حاصل ہے یعنی اقوال میں ہے لیکن اپنے افعال میں کچھ کمزور ہے تو اس کی طلب کر رہا ہے اگر اس میں بھی صحیح ہے تو فی الاحوال کی طلب کر رہا ہے۔ لہذا تحصیل حاصل نہ ہوا۔

مورخ اسلام سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ تعالیٰ

بنام

السید بنوری

حبیب محترم زادکم اللہ فضلاً

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، میں خود سبقت کرنا چاہتا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے سبقت کی نعمت اسی کو عنایت فرمائی جس کی قسمت میں سبقت لھم منا الحسنیٰ کا حکم مقدر تھا۔

آپ کا ذکر تو کانوں میں پڑا تھا، مگر آپ کو دیکھنے کا موقع اسی وقت ملا، آپ سے مل کر اور آپ کو پاکر، اور پھر اپنے سے قریب پاکر بڑی خوشی ہوئی، اور خصوصاً حضرت والا رحمہ اللہ[1] کی نسبت نے تو اخوت روحانی کی حیثیت پیدا کرلی، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس چشمہ صفا کو تکدرات زمانہ سے محفوظ رکھیں۔

پھر مزید شکریہ کہ آپ نے حکیم صاحب تک پہنچایا اور ان سے ملایا، بحمد اللہ کہ مرض کی شدت اور مدت میں تخفیف ہے۔ آج ہی حکیم صاحب کو بھی خط لکھا ہے۔

مسئلہ ربوا پر اقتباس ملا، زحمت کشی کا شکریہ،

حضرت شاہ صاحب کشمیریؒ کی کتاب خاتم النبیین کا اردو ترجمہ جس کا وعدہ تھا کیا آپ کی طرف سے ہوا ہے، کتاب شاہ صاحب کی دوسری تصنیفات کی طرح نہایت غامض ہے اور محتاج بیان و تشریح، آج کل میں اس پر کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔

میری بھی دلی تمنا ہے کہ آپ کی صحبت جلد از جلد حاصل ہو کہ آپ کے علوم سے استفادہ کرسکوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ذات کو اسلام اور علوم اسلام کے لئے نافع فرمائیں۔ ابھی آپ کا مضمون مسئلہ نزول مسیح پر پڑھا اللہ کرے حسن رقم اور زیادہ

کبھی معارف کی مجلس کو بھی زینت دیجئے۔ والسلام ہیچمدان سلیمان ۲۹ رشعبان ۱۳۶۲ھ۔

یوسف ایھا الصدیق والصدیق   فاللہ لقد آثرک اللہ علینا

السلام علیکم و رحمۃ اللہ، الحمد للہ کہ مع الخیر ہوں، عوارض لاحقہ کا اثر گو ہر روز کچھ نہ کچھ ظاہر ہوتا ہے، تاہم تخفیف ہے۔ دوائیں استعمال میں ہیں، حکیم صاحب کو رمضان المبارک سے پہلے کارڈ لکھا تھا، مگر جواب نہ ملا، شاید خط نہ پہنچا ہو، اب دوسرا خط مفتی سید مہدی حسن صاحب کی معرفت بھیجا ہے، شاید اب ملے۔

آپ نے علمائے زمانہ کی نسبت جو کچھ لکھا ہے وہ بالکل صحیح ہے وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا، اذین لھم الشیطان اعمالھم۔ ہمارے سارے کاموں کا اصل مقصد دین کی حفاظت اور دین کی خدمت ہے۔

ع غرض اندر میاں سلامت اوست

جی ہاں مولانا کشمیریؒ کی کتاب بار بار دیکھنے سے سمجھ میں اہل فکر کے آجاتی ہے، مگر اصل کام تو "بے فکروں" کو سمجھانا ہے۔ ضرورت ہے کہ کوئی سمجھ کر دوسروں کو بھی سمجھائے کہ فائدہ تام بھی ہو اور عام بھی، اللہ تعالیٰ میرے ارادہ کو پورا فرمائیں، ابھی اس بحث پر لوگوں کی کتابیں جمع کر رہا ہوں، ہمت ہر طرح کی کرتا ہوں مگر صحت کا ضعف، ضعف عزیمت کا باعث ہو جاتا ہے۔

تجارتی کتب فروشوں نے دین کے مصالح کا ستیاناس کر رکھا ہے۔

جو گفتہ کیجئے صواب ہے آہ

حضرت محدث دہلویؒ کی ذوقی تصانیف کے باب میں بھی آپ سے موافق ہوں ان کی فدائی تعبیر کے اختلاف سے کفر و ایمان کا معاملہ ہو جاتا ہے۔ آج تک پچھلی حضرت شاہ صاحب کی تصنیفات کے ساتھ یہی معاملہ کرتے رہے اور کل تک علماء اس پر نکیر کرتے رہے، اب وہی کام طلبۂ کرام فرما رہے ہیں فیا خیبۃ المسعیٰ ویا غربۃ الاسلام

اردو تحریر میں وہ باتیں پیش نظر رہیں، حشو سے خالی ہو، اور اصل مقصد سے کبھی گریز نہ ہو۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ آپ کی تحریر میں یہ باتیں ہیں میرے اس فقرہ کو اس معنی میں سمجھئے، جیسے کہ لا تکن للخائنین خصیما وغیرہ

ملفوظات[2] کے عنوانات زیر طبع ہیں چھپ گئیں تو حاضر کروں، کوشش کی کہ حضرت والا

---

[1] حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

[2] یہ رسالہ "الجہد والجہاد لعلمی المعاش والمعاد" کے نام سے چھپ چکا ہے اور عجیب ہے

کا رنگ پیدا ہو۔ ولکن شتان بین الثری والثریا۔

شعر :- بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است

دلی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں   ہیچمداں سلیمان

مولوی احمد رضا صاحب نے کلیات ابی البقاء کے متعلق مولوی عبدالماجد صاحب کو لکھا ہے کہ وہ عاریۃً اپنا نسخہ ان کو دے سکتے ہیں۔ کیا وہ نسخہ آپ کے ادارہ میں ہے اگر اس کی قیمت خرید معلوم ہو تو مطلع کیجئے۔ ایک ایرانی صاحب اپنے نسخہ کی قیمت سو روپے مانگ رہے ہیں حالانکہ کتاب چند سو صفحوں کی ہے۔ یہ گراں فروشی بعلت کس دفعہ کے تحت میں آئے گی۔ والسلام

سنا ہے مولانا شبیر احمد صاحب کسی بڑے عہدہ پہ حیدرآباد میں مقرر ہوئے ہیں ممکن ہے وہی جگہ ہو جو ارکانِ حیدرآباد مجھے پیش کر رہے تھے۔ یعنی صدارت علوم اسلامیہ۔ والسلام

(۴)

حبیب لبیب۔ زادکم اللہ تعالیٰ فضلاً و نبلاً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کو تعجب ہوگا کہ ایک ماہ سے زیادہ ہو گیا کہ میں کچھ خط نہ لکھ سکا۔ یہ فقیر الی اللہ ۱۹ رمضان المبارک سے حوالی قلب کے درد میں ایسا مبتلا ہوا کہ متواتر ۴۸ گھنٹے نہ بیٹھ سکا نہ لیٹ سکا۔ کھڑے کھڑے دونوں قدم سوج گئے تھے اس کے بعد چند راتیں بیٹھ کر بستر پہ دراز ہو کر سو سکے۔ بہر حال۔

ہر چہ آید بر سر اولادِ آدم بگذرد

یہ دن گذر گئے۔ ضعف جسمانی و دماغی و قلبی اتنا ہو گیا، کہ کسی قسم کی حرکت کے قابل نہ رہا۔ بحمد اللہ کہ بقدر ناتہ ضعف جسمانی تو بہت کم ہو گیا ہے۔ مگر دماغی و قلبی بہت کچھ ہے۔ اب چند روز سے احباب کو اپنے ہاتھ سے کچھ لکھنے لگا ہوں۔ دو چار خط سے زیادہ لکھنا چاہوں تو دماغ جواب دے دیتا ہے۔ آج آپ کے جواب کی نوبت آئی۔ غالباً اب دماغی کام کے قابل نہیں رہا۔

کلیات ابی البقاء کی فی الحال کوئی ضرورت نہیں ہے، دار التکمیل کا خیال ہے، اگر آپ مدد کریں تو کیا کہنا۔ احباب ایک عربی دارالاشاعت کی اسکیم بھی پیش کر رہے ہیں مدرسہ نظامیہ حیدرآباد دکن دارالفتن ہے اس کی اصلاح و تنظیم بہت مشکل ہے۔ مجھے جب جانا ہی تھا کہ اس کی ایک اصلاحی تنظیم کی تجویز مرتب کر دوں۔

آپ کی محبت دل میں راسخ ہوتی جا رہی ہے۔ انبتہ اللہ نباتاً حسناً۔ والسلام

ہیچمداں سلیمان۔ ۵ اکتوبر ۱۹۴۵ء میرٹھ۔ بذریعہ سید حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر

حبیب محترم زادکم اللہ قدراً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ یہ فقیر چند ہفتوں سے اپنے عزیز کے پاس میرٹھ میں ہے الحمد للہ کہ اب خیر و عافیت سے ہے ہمقرین ہے، یہاں کے قیام کی ایک نعمت مولانا بدر عالم صاحب کی ملاقات بھی ہے۔ کرم فرمایا۔ تشریف لائے اپنے مکان پر لے گئے اور الطاف سے نوازا۔ مل کر دل خوش ہوا۔

ابھی تو دہلی میں مناسب مکان کا ملنا واقعی بہت مشکل ہے اور بڑے شہروں کے سیاسی بحران کا خطرہ بھی درست ہے، ہم لوگوں نے اسی لئے لکھنؤ چھوڑ کر اعظم گڑھ کو قبول کیا گو اب ایک شاخ لکھنؤ میں بھی قائم کرنے کا خیال ہے۔

سیاسیات کے باب میں ابھی تک عزلت گزینی پر قائم ہوں اور اسی میں اپنی فلاح سمجھتا ہوں امت کی خدمت صرف سیاست ہی میں منحصر نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے ساتھ اس ناکارہ کو اپنی نوازشوں سے سرفراز فرمائے

والسلام۔ سید سلیمان ۱۲ ذیحجہ ۱۳۶۴ھ

(۵)

حبیب محترم   زادکم اللہ مجداً و فضلاً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مدت سے آپ کا والا نامہ آیا ہوا ہے جواب میں تاخیر ہوئی۔ الحمد للہ تعالیٰ کہ میں مع الخیر ہوں۔ اب میں پرسوں انشاء اللہ تعالیٰ یہاں سے لکھنؤ روانہ ہوتا ہوں، وہاں کا پتہ دارالعلوم ندوہ لکھنؤ ہے۔ وہاں ہفتہ عشرہ قیام رہے گا۔

اس وقت آپ کا رقیمہ کریمہ ہاتھ میں ہے اور حسن یوسفی تصویر میں، گویا تصور شیخ کا کام تصور حبیب و محبوب سے لے رہا ہوں۔ آپ کے الطاف کریمانہ نے آپ کا شیدا بنا رکھا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آپ کو بہرہ وافر عطا فرمائیں اور سلف صالح کا خلف صالح بنائیں۔

ادھر میرٹھ میں قیام کے سبب سے دو دو چار روز کے لئے دیوبند، سہارنپور، تھانہ بھون اور دہلی ہو ہو آیا ہر جگہ سیاسیات کے الجھاؤ سے اصحاب علم اور اہل درس و تدریس کو پراگندہ خاطر پایا۔ اللہ تعالیٰ امت محمدیہ پر رحم فرمائیں، مولانا شبیر احمد صاحب، مولانا طیب صاحب، مولانا حسین احمد صاحب اور مفتی محمد شفیع صاحب سب سے ملاقاتیں ہوئیں۔ فاما الیٰ ہذا واما الیٰ ہذا

دینی اعتبار سے گو قدیم مطالع نور پر آپ کو ظلمات نظر آنے سے پریشانی ہو لیکن بحمد اللہ اب دوسرے مطالع سے استشراق نو کے آثار ظاہر ہیں اور لا یزال طائفۃ من امتی کی بشارت اطمینان بخش ہے۔

آپ کی مجلس دہلی کو منتقل ہونے کے بعد امید ہے کہ یہاں دینی حلقہ میں مزید استواری کا باعث بنے گی بشرطیکہ آپ کے رفقاء استقامت کو کام میں لائیں وانتم الاعلی کذلک ورنہ لغزشگاہیں بھی سامنے ہیں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ اور آپکے رفقاء کے ذریعہ مسلمانوں کو صحیح ہدایت نصیب فرمائیں۔

ہاں ایک حوالہ آپ سے پوچھنا ہے شاید آپ کی وسیع نظر مطالعہ میں آیا ہو میں نے شاطبی کی موافقات یا آمدی کی الاحکام میں پڑھا تھا کہ نبی کی دو بعثتیں ہوتی ہیں ایک اس کی ذاتی بعثت جو ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم کا منشا ہے اور

دوسری مجموعی امت کے پردہ میں کنتم خیر امۃ اخرجت للناس کا منشا ہے مجھے ادھر تلاش کرنے پر یہ موقع ملا نہیں۔ اگر آپ ڈھونڈ کر نکال سکیں تو مطلع فرمائیں نیز لا حاکم الا اللہ پر بحث اگر قدماء و متوسطین کی کتب اصول میں آپ کی نظر سے گذری ہو تو کتاب و باب و صفحہ کے حوالہ سے مطلع فرمائیں۔ پہلا مسئلہ حجۃ اللہ میں اور دوسرا مسئلہ اصول مولانا شاہ اسماعیل صاحب شہید میں مذکور ہے۔

حضرت شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمۂ حیات اردو میں چند صفحات میں لکھ دیں تو ممنون ہوں گا۔

والسلام ہیچمدان سلیمان ۴ صفر ۱۳۶۵ھ

—— (۶) ——

حبیب مکرم زادکم اللہ علماً وفضلاً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ کچھ دن ہوئے جب میں لکھنؤ تھا آپ کا مفصل والا نامہ ملا تھا جس میں آپ نے اپنی مہربانی سے بہت معلومات سے مستفید فرمایا تھا۔ شکر اللہ سعیکم۔

میرے بمبئی کے سفر کی اطلاع غلط ہے۔ مجھے آپ ہی کے خط سے پہلے پہل اس کا علم ہوا۔ اس کے بعد بعض احباب کے خطوط آئے، میں نے معذرت کر دی اور حقیقت یہ ہے کہ اب طبیعت کو ان مباحث سے مناسبت نہیں رہی اگر میں اس وادی میں پھر قدم رکھوں تو پچھلے سالوں میں جو کچھ اندوختہ بھی جمع ہوا ہے اگر وہ جمع ہوا ہے تو اس کے ضیاع کا گمان قوی ہے۔ فالحمد للہ علی ما انا فیہ، وھو الخیر لی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

درجۂ تکمیل کے قیام کے لئے میں بیحد مضطرب ہوں دار العلوم ندوہ میں سامان ہے مگر مال نہیں۔ دار المصنفین میں مال ہے مگر بالفعل مقتضائے احوال نہیں۔ الا ان یشاء اللہ تعالیٰ۔ مارچ کے آخر میں ارکان کا جلسہ ہے، اب اس میں بحث و تمحیص ہو تو فیصلہ ہوگا، والمسئول من اللہ تعالیٰ ان یھدینا طریق الصواب والثواب۔

پھر اہم چیز چند باکمال شیوخ کی دستیابی ہے، اگر آپ کی اعانت شامل ہوتی تو کیا بات تھی۔ مگر آپ تو دہلی اور ڈابھیل کے مابین ہیں۔ کیا ان دو کے سوا کوئی تیسرا مرکز بھی آپ کا ہو سکتا ہے، ممکن ہے کہ دہلی اور ڈابھیل کے وسط میں کوئی مقام نکل آئے کاش آپ سے کوئی تسلی کا کلمہ سنتا۔

حضرت مولانا کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ اردو میں چند صفحات میں چاہتا ہوں۔ جی چاہتا ہے کہ علمائے عصر کے نام سے اس عہد کے علماء کے تراجم کا مجموعہ ترتیب دیا جائے

عمر تھوڑی حسرتیں دل میں بہت

خدا کا شکر ہے کہ پچھلے حملہ کے بعد سے اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے بغیر کسی ظاہری سبب کے اس مرض سے جس کا نمونہ آپ نے راندیر میں دیکھا تھا اور جس سے میں بہت پریشان تھا اس اپنے عاجز و درماندہ بندہ کو شفا بخشی والحمد للہ تعالیٰ

والسلام ہیچمدان و ہیچمیرز سلیمان ۶ صفر ۱۳۶۵ھ

—— (۷) ——

پٹنہ محب مکرم زادکم اللہ تعالیٰ علماً وفضلاً

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ والا نامہ بڑے انتظار کے بعد ملا۔ میں سفر میں ہوں اور خدا جانے یہ مدت سفر کب تک جاری رہے، تکمیل العرف الشذی اور مفتی مہدی حسن صاحب اور حضرت نور المشائخ دام فیضہما کی صحبت علمی و روحانی کے احوال مبارک کے واقعات سن کر آپ کے حق میں دعائے خیر نکلی۔ اللھم زد فزد

حضرت مولانا کشمیری رحمۃ اللہ کے سوانح کے اوراق کا ہمیشہ انتظار رہے گا مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ مجلس کو کسی شمالی علاقہ میں منتقل کرنا چاہتے ہیں جس کے لیے دہلی کو پسند مگر وہاں کے مشکلات حل نہیں ہوتے، ذہن میں ایک بات آئی اس لئے عرض ہے مگر اس پر غور کریں۔ والی بھوپال چاہتے ہیں کہ ان کا دار الریاست پہلے کی طرح پھر علوم عربیہ و دینیہ کا مرکز بنے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ آپ انہیں مشائخ کے ساتھ بھوپال آ سکیں۔ گو یہ چیز طے شدہ نہیں اور نہ اس باب میں ابھی تک حکام ریاست سے کوئی مراجعہ کیا گیا ہے۔ مگر آپ کی مرضی معلوم ہو تو آگے کچھ عرض کروں۔ یا پوری مجلس کو یہاں منتقل کیا جائے اور آپ... کو جو مصارف دہاں ملتے ہیں، وہ یہاں بھی ملے، کم نہ ہو بلکہ زیادہ ہی ہو تو کیسا ہے۔ جواب کا انتظار رہے گا۔

نیز آپ نے ایک پنجابی فاضل کا ذکر کیا تھا جو ادب اور حدیث دونوں میں کمال رکھتے ہیں، کیا ہم کو مل سکتے ہیں۔ علم و فضل کے ساتھ ضرورت حسن صحبت اور حسن اخلاق کی ہے جس سے مختلف اہل کمال کی یکجائی ناگواریوں سے محفوظ رہے۔ والسلام

ہیچمدان سلیمان ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۶۵ھ

—— (۸) ——

بذریعہ مشیر المہام تعلیمات۔ بھوپال

محب مکرم ادام اللہ فضائلکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ میں نے آپ کو پشاور کے پتہ سے ایک خط لکھا تھا جس کا جواب نہیں ملا۔ جس میں آپ سے بھوپال آنے کی خواہش کی تھی، اب ذرا تفصیل سے لکھتا ہوں۔

یہاں کے حکام مجھے دار القضا دار الافتا اور دیگر دفاتر شرعی اور تعلیم عربی و شرقی کی نظامت و نگرانی کے لئے بلا رہے ہیں، میں اس وقت ان کے اصرار سے صرف آگیا ہوں اور دفاتر کے معاملات کو سمجھ رہا ہوں۔ بہرحال میرا یہاں رہنا آپ جیسے دوستوں کی رفاقت ہی سے ممکن ہے۔ مفتی محمد شفیع صاحب کو بھی میں نے لکھا ہے مدرسہ میں جس کا نام جامعۂ احمدیہ ہے اور جس کا خاص نصاب ہے ایک محدث اول کی ضرورت ہے جس کی تنخواہ ڈھائی سو ماہوار ہوگی، میرا جی چاہتا ہے کہ آپ اس کو قبول کر لیتے۔ اور آپ کا جو کام تالیف و تصنیف کا ہے وہ بھی جاری رہتا

ممکن ہے کہ مجلس علمی کے کام کو یہیں سے بیٹھ کر کریں۔ ایک مجلس نظر و تالیف
بھی یہاں ہے جس کے لئے پانچ سو ماہوار کی امداد سرکاری جاری ہوگی، اس
سے دار التکمیل کا خیال جو میرے آپ کے درمیان مشترک ہے پورا ہوگا۔

غرض ایک اچھا موقع ہے، امید ہے کہ آپ میری درخواست پر غور کر کے
جواب لکھیں اور جلد لکھیں، آپ نے اپنے ایک کیمبلپوری دوست کا ذکر کیا تھا
وہ مدرسہ تک میں آسکیں گے، آدمی ایسا ہو جو عالم ہو مگر اس کو اپنے علم پر غرور
نہ ہو اور دوسروں کے ساتھ مل جل کر کام کر سکے۔ والسلام سید سلیمان ۳۰ جون ۱۹۴۶ء

——(۹)——

بھوپال بذریعہ سیکرٹری تعلیمات

محب مکرم ادام اللہ برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، رجسٹرڈ والا نامہ ملا۔ خوشی ہوئی کہ آپ رفاقت کو آمادہ
ہیں، یہاں رمضان المبارک میں صرف عشرہ اخیرہ میں تعطیل ہوتی ہے ورنہ کام ہوتا ہے
اس لئے آپ پشاور جانے سے پہلے یہاں آکر مجھ سے مل لیں تاکہ حکام آپ سے
واقف ہو جائیں، وقت آمد لکھیں تاکہ اسٹیشن پر آپ کو لیا جائے میں اس وقت
سرکاری مہمان خانہ میں ہوں مگر عنقریب شہر سے اٹھ جاؤں گا، میرا مکان موتی
مسجد کے پاس چیف انجینیر کے مکان میں ہے اسی نام سے یہ مکان مشہور ہے۔
آپ اپنی کتابیں وغیرہ یہاں منتقل کر لیں بالفعل جب تک کوئی دوسرا اسامان
ہو میرے مکان میں کافی جگہ ہے۔

یہ مدرسہ احمدیہ پہلے بہت آباد تھا اس اثنا میں ایسے انتظامی تغیرات
ہوئے کہ یہ مٹنے کے قریب آگیا اب حکام اس کو ترقی دینا چاہتے ہیں۔ مکان
موجود ہے مگر نہیں طلبہ بھی کم ہیں۔ اب آپ حضرات کی مساعی سے اس کی نشاۃ ثانیہ
امید کی جاتی ہے۔ مفتی شفیع صاحب کو بھی ایک جگہ کے لئے لکھا ہے آپ ہی
کی طرح خط لکھا تھا جواب نہیں آیا اب پھر لکھ رہا ہوں۔ میرے مکان کا پتہ متصل
موتی مسجد بھوپال۔ والسلام۔ سید سلیمان ۱۴ر شعبان ۱۳۶۵ھ

——(۱۰)——

محب مکرم حفظ اللہ آمالکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ والا نامہ مورخہ ۱۵ ستمبر ملا۔ اس سے پہلے کا مکتوب
بھی بہ درست ہوا تھا۔ ان عنایتوں کا شکریہ، بہتر ہے کہ آپ اپنے والد ماجد کے
ساتھ سفر حج کریں، ابھی تک آپ حضرات کے تقررات کی منظوری نہیں آئی ریاستوں
میں دن کا کام ہفتوں میں اور ہفتہ کا کام مہینوں میں ہوتا ہے آپ جب آئیں میرے
مہمان ہوں گے، لیکن سرکاری اطلاع کا انتظار کر کے آئیں تو بہتر ہے۔
اپنے والد ماجد کو میرا سلام غائبانہ پہنچا دیں، اچھا ہوا کہ آپ اسی سال مشرف
بہ زیارت ہوں گے۔

تا سال دگر کہ خورد و زندہ کہ ماند

مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی سے حیدر آباد جا رہے ہیں۔ افسوس کہ سلیمانیہ میں
کوئی ایسی جگہ خالی نہیں جو مولوی حبیب اللہ صاحب کو تکلیف دی جائے۔ والسلام
ہیچمدان سید سلیمان ۱۸ ستمبر ۱۹۴۶ء

———

بھوپال محب مکرم ادام اللہ مکارمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، محبت نامہ ملا، حالات معلوم ہوئے۔ مبارک کہ
آپ نے اس سفر پاک کی منزلیں بخیر و خوبی تمام کیں۔ اور شکریہ کہ یاد رکھنے کے
موقعوں میں آپ نے مجھے یاد رکھا، جزاکم اللہ تعالیٰ خیراً آئندہ بھی آپ کی دعاؤں
کا خواستگار ہوں۔

یہاں کے حالات بدستور ہیں۔ آپ کے پیچھے مولانا اشفاق الرحمٰن صاحب
کاندھلوی مدرس فتحپوری و شارح ترمذی یہاں بحیثیت محدث ماہوار پہ آگئے۔ انکے
بھوپالی المولد ہونے کی وجہ سے ان کے تقرر میں آسانی ہوئی، مگر ان کی عمر کا مرحلہ ابھی
کونسل میں پیش ہے :

آپ کے معاملہ میں مشیر المہام صاحب نے کچھ دنوں توقف کرنے کو کہا تھا
آپ کے ایام حج تک توقف کیا۔ اب آپ کا خط آیا تو فقیہ اول کی جگہ کے لیے
میں نے نیم سرکاری مراسلہ مشیر المہام صاحب تعلیمات کو بھیجا ہے کہ وہ اپنے منشا
سے مطلع کریں، ان کے جواب کا انتظار ہے اس درمیان میں اگر آپ کی کہیں سے
دعوت آئے تو نہ اس کو کلیۃً رد کریں اور نہ قبول۔ بلکہ مجھ سے پوچھ کر فیصلہ کریں تاکہ
جو صورت حال ہو اس سے میں آپ کو مطلع کر دوں۔

والسلام سید سلیمان ۲۲ جنوری ۴۷ء ۱۹

———

بھوپال محب صادق و یار لوافق رفعکم اللہ درجات

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ واقعی نادم و شرمندہ ہوں کہ مجھ سے جواب میں تاخیر
ہوئی اور ہوتی ہے مگر

حقہ مہربان نام و نشان است کہ بود

بحمد اللہ کہ آپ کی محبت میں مستقیم ہوں۔ آپ کے بچہ کی علالت و صحت کا
حال معلوم ہوا۔ اللہ تعالیٰ صحت کاملہ بخشیں۔ آپ کے صوبے کے حالات اخباروں
سے معلوم ہوتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ وہ کرے جس میں مسلمانوں کو فائدہ پہنچے
میں ابھی تک اپنی کوششوں میں کامیاب نہیں ہوا ہوں۔ اب ہمارے
یہاں نئی وزارت تعلیم بنی ہے۔ دیکھئے اس کا کیا رویہ ہوتا ہے۔

والسلام سید سلیمان ۱۳ر اپریل ۱۹۴۷ء

———

بھوپال حبیبی الحمیم زادکم اللہ تعالیٰ فضلی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ عنایت نامہ ملا۔ میرے پچھلے خط کے بعد یہاں کی سیاسی اور حکومتی رفتار میں ایک خاص تبدیلی ہوئی ہے یعنی یہ کہ وزیر تعلیم ایک اور صاحب ہو گئے ہیں جن کا نظریہ یہ ہے کہ تعلیمات میں ملکی اور غیر ملکی کا امتیاز نہ کیا جائے اس سے توقع ہوئی کہ شاید آپ کے باب میں میری خواہش پوری ہو جائے ان سے میری گفتگو بھی ہوئی اور اس غرض سے کہ آپ کے بلانے کا بار وہ محسوس کریں میں نے ان سے یہ کہا بلکہ خود انھوں نے کہا کہ وہ خود آپ کو بلائیں گے۔ مولوی مطیع اللہ صاحب افغانی نے جو خط آپکو لکھا تھا وہ خود اسی سمجھوتہ کا نتیجہ تھا خود مطیع اللہ ان سے ملتے رہتے ہیں اور آپ کے قدرشناس ہیں، اب دیکھنا یہ ہے کہ اس مقصد میں کب کامیابی ہو گی، احمدیہ ۵ شوال تک بند ہے، اس اثنا میں کچھ ہو جانا چاہیئے۔ ڈابھیل کا کام یہاں رہ کر بھی آپ کر سکتے ہیں، میں پھر تحریک کروں گا۔

میرا قصد امسال اکتوبر میں سفر حج کا ہے، تین مہینے لگیں گے، نہیں کہہ سکتا کہ واپسی کے بعد میرا کہاں قیام ہو اگر ہندوستان میں امن و اطمینان نہ ہوا تو پھر یہیں رہنا ہو گا۔ جی چاہتا ہے کہ اپنے سامنے اس سرزمین میں کچھ علمائے حق کو بساتا جاؤں۔ آپ افغانستان شوق سے جائیں مگر یاد کرتے رہیں اور اپنا پتہ دیتے رہیں۔

والسلام ہیچمدان سید سلیمان ۱۲ جون ۷ ۱۹۴ء

بھوپال

حبیبی العزیز زادکم اللہ تعالیٰ حبا فیہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، والانامہ مورخہ ۳۰ ستمبر ۷ ۱۹۴ء چند روز ہوئے کہ ملا، حالات سے آگاہی ہوئی سب سے پہلے تو آپ کی اس محبت لوجہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ایسے وقت میں بھی آپ نے مجھے فراموش نہیں فرمایا، آپ تو ایسے مقام میں ہیں جہاں سے ہندوستان کے مسلمانوں کے انتشار اور اضطراب اور بربادی اور جلاوطنی اور فرار من ہہنا الی ہہنا کا منظر آنکھوں کے سامنے نہیں، اس وقت بھوپال میں پچاس ہزار پناہ گزین ہیں، جن کا سارا خرچ یہ چھوٹی سی ریاست اور یہاں کے مسلمان اٹھا رہے ہیں اور اب سی پی کے مسلمان حیدرآباد جا رہے ہیں۔

ہندوستانی مسلمانوں کے مرکز قیادت کی شکست اور مسلمان لیڈروں کی کمزوری اور بے یقینی سے مسلمانوں میں مرعوبیت پیدا ہو گئی ہے اور اللہ جانے یہ بات کہاں جا کر ٹھہرے اعوذ باللہ من الحور بعد الکور دہلی کے مسلمانوں کی نامردی سے ممکن ہے کہ دلی میں مسلمان کچھ باقی رہ جائیں۔ یوپی اور بہار کی حکومت پوری کوشش کر رہی ہے کہ پنجاب کا فتنہ ان کے دروازوں میں داخل نہ ہو۔ بمبئی اور مدراس میں سکون ہے۔ سی پی کی حکومت متذبذب ہے۔

بہر حال ابھی تک ہندوستان کے اندر اشیاء میں ترتیب نہیں پیدا ہوئی ہے شاید چند ماہ میں کوئی صورت پیدا ہو۔

آپ نے خواب بالکل صحیح دیکھا۔ مع اہل وعیال سفر حج کا قصد تھا، تمام سامان بحمد اللہ فراہم تھے جہاز کے ٹکٹ آ چکے تھے، کراچی سے اکتوبر کے شروع میں جہاز پر بیٹھتے مگر منظور الٰہی نہ تھا کہ یہ فتنہ کھڑا ہوا۔ کراچی کی راہ بند اہل وعیال سہارنپور میں محصور ہیں، جہاں نہ کوئی خط پہنچتا ہے نہ تار۔ نہ آمد و رفت کی صورت، ہر وقت ان کی حفاظت کی دعائے خیر کرتا ہوں آپ بھی کریں۔

معلوم نہیں جہاں آپ ہیں کیا صورت حال ہے؟ کیا معنوی صلاحیتیں مسلمانوں میں ابھر رہی ہیں، یا صرف شور و غل اور ریا و نمائش ہے، یہ وقت جوش و خروش کا نہیں ہوش کا ہے۔ مسلمانوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ جو غیر مسلم لوگ ان کی حکومت میں رہیں ان کی حفاظت کی ان پر کیسی شدید ذمہ داری ہے۔ مسلمانوں کو ان الارض یرثھا عبادی الصالحون کے مطابق صالح بننا چاہیے اور وعد اللہ الذین امنوا وعملوا الصلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کے مطابق ایمان اور عمل صالح میں ترقی کرنی چاہیئے۔ اس وقت مجاہدین اسلام کی بھرتی کی ضرورت نہیں ہے بلکہ مسلمانوں میں نظم، ضبط، ثبات قدم، اطاعت امر اور جدوجہد وسعی و محنت، ایثار و اخلاص پیدا کرنے اور حب مال، حب جاہ اور حب نفس کے خبائث کو اپنے اندر سے نکالنے کی ضرورت ہے۔ کاش میری یہ آواز مسلمانوں تک پہنچ سکتی۔

آپ کا ارادہ اگر گجرات سے وہاں منتقل ہو جانے کا تو اچھا ہے، سنا ہو گا کہ ندوۃ المصنفین کا مکتبہ نذر آتش ہو گیا اور مکتبہ جامعہ بھی، ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا ازماست کہ برماست، مسلمانوں پر جو کچھ وبال ہے وہ ان کے اعمال کی سزا ہے کاش اب بھی قلوب میں انابت ہو، اور مسلمان سمجھیں کہ ان کا مقصد اول اقامت دین اور اعلاء کلمۃ اللہ ہے خواہ وہ تخت سلطنت پر ہو یا بوریائے فقر پر، ان کو شیطان سے اس لئے مخاصمت نہیں کہ یہ شیطان کا تخت زمین پر کیوں بچھا ہے بلکہ اس لئے یہ مخاصمت ہے کہ اس تخت شیطنت پر شیطان کیوں بیٹھا ہے، وہ کیوں نہیں بیٹھے ہیں۔ یہاں بحمد اللہ امن ہے اور تمام طبقات با آرام ہیں۔ خدا کرے کہ اس طرح یہ فتنوں کا دور گذر جائے اور بندگان الٰہی بعافیت رہیں۔ والسلام سید سلیمان ۱۱ اکتوبر ۴۷ء

بھوپال

محب مکرم دفعکم اللہ لما یحب ویرضیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ والانامہ نے سعادت بخشی، میں نے آغاز رمضان میں ایک سفر کیا، واپس آیا تو ذرا سفر سے تھک گیا تھا۔ بحمد اللہ اب اچھا ہوں اور کوئی روزہ بفضلہ تعالیٰ قضا نہیں ہوا۔ وللہ الحمد، چونکہ بعض بیماریاں، مجھ کو ایام رمضان میں ہوئیں، اس لئے ہر رمضان میں مجھے ڈر لگا رہتا ہے اور اس سے بچ کر صاف نکل جانے پر مسرت ہوتی ہے۔

والانامہ سے آپ کی سیاحت اور سیاحت کے نتائج علمی و فکری معلوم ہوئے

نظامِ اسلامی کی نسبت آپ کی جو رائے ملک کو دیکھ کر ہوئی وہ مجھے قیاساً معلوم تھی عجو
ترتو فتح ذاکل کوزہ گراں می داری۔

ہندوستان کے دونوں حصوں کے مسلمانوں کے انجام سے اکثر قلب کو تکلیف رہتی ہے اور تخفیف اس سے ہوتی ہے کہ ہمارے امورِ اختیار سے یہ نہیں ہے۔ دعا کرتا ہوں عجز از دست ہمی بجز دعا ناآید ہیچ۔

آپ نے جن صاحب کے احوال مزاجی لکھے ہیں مجھے بھی کچھ ایسا ہی احساس ہوا، اسی لئے مولوی احتشام الحق صاحب کی دعوت قبول نہ کر سکا، آپ اپنی مجلس علمی کو تو تجارتی بنیاد پر بڑی اچھی طرح چلا سکتے ہیں اور وہ چل سکتی ہے، کراچی جانا اس کا اچھا ہے۔ شاید کہ وہ گجرات کی گمنامی سے نکل سکے۔ آپ نے اچھا کیا کہ صرف ایک سال کا اپنے کو پابند کیا۔ ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔ میں بھی یہاں مطمئن نہیں۔ کوئی خیال بھی یہاں کوئی پورا نہیں ہوا اور نہ امید ہے۔ بلقیہ ایام حیات کا اللہ تعالیٰ کوئی مفید دارین مصرف نکالیں، بالفعل ذیقعدہ میں سفر حج کا قصد ہے اللہ تعالیٰ موانع دور فرمائیں۔

خواجہ عبدالحی صاحب (جامعہ ملیہ والے) کا سرینگر سے ایک خط آیا کہ وہ مولوی ابوالکلام صاحب کی طرف سے وہاں بھیجے گئے ہیں کہ وہاں ایک دارالعلوم قائم کریں چنانچہ اس کا افتتاح ہو گیا، ہمارے یہاں سے نصاب منگوایا تھا وہ بھیج دیا گیا۔ خدا کرے کہ صرف سیاسی شعبدہ بازی نہ ہو، حقیقت بھی ہو۔ المختار فی الفقہ منگوائی دیکھی پسند آئی۔

والسلام فقیر ہیچمداں سید سلیمان ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۶۷ھ

بھوپال

صدیقی الحمیم متعکم اللہ تعالیٰ بالصحۃ والعافیۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ صحیفہ مورخہ ۲۹ محرم ۱۳۶۸ھ کا جواب دیر سے دے رہا ہوں جس کی معافی چاہتا ہوں۔ میں امسال بھی محروم حج و زیارت رہا، عین وقت پر میرا نواسہ جو وہ بھی اپنے والدین کے ساتھ جانے والا تھا، ٹائیفائڈ میں مبتلا ہو گیا اب زندگی ہے تو آئندہ کی امید ہے۔

میرے جن رسائل کی خیریت آپ نے دریافت کی ہے وہ سب بستر اہمال و تعطل پر بیمار پڑے ہیں، جب سے میں یہاں ہوں میری علمی محبت و قلمی کاوش ختم ہو گئی ہے۔

آپ نے گجرات کے علمی جمود کا جو حال لکھا ہے وہی حرف بحرف دوسرے مدارس کا حال ہے، بہر حال اس سے مایوس نہ ہونا چاہیے اور اپنے دھن میں لگا رہنا چاہیے دارالعلوم ندوہ میں کچھ افراد اخلاص کے ساتھ کام کرنا چاہتے ہیں، ان کی کامیابی کی دعا فرمائیے

کیا آپ ڈابھیل سے زیادہ لاہور میں کامیاب نہیں ہو سکتے کہ آپ کے اردگرد پنجاب و سرحد کے طلبہ جمع ہو سکیں۔ اگر کوئی امکان ہو تو کیوں نہ آزمائش کی جائے سیاسیات سے یکسو ہو کر علم اور دین کی خاطر ہم اپنی کوششوں کو یکجا کریں، بھوپال کا تجربہ تو کامیاب نہیں ہوا۔ بہر حال اس سے اتنا سبق ملا کہ حکومت کے نظم و نسق کے ساتھ جس میں ملکی غیر ملکی بیہودہ قانون و قاعدہ کی پیروی اور نالائق وزیروں کی مداخلت ہو علمی درسگاہیں کامیاب نہیں ہو سکتیں۔ مولوی اشفاق الرحمن صاحب آٹھ نو مہینوں سے ملکی غیر ملکی مباحث کے سلسلے میں ایک نالائق وزیر کے ہاتھوں سے معطل ہیں اور ہنوز ان کا معاملہ زیر فیصلہ ہے، ان کے لئے ایک دفعہ ڈابھیل سے تحریک ہوئی تھی مگر انہوں نے انکار کر دیا تھا، لیکن مجھے امید ہے کہ اگر میں انہیں مشورہ دوں تو وہ مان لیں گے، معلوم نہیں اب بھی وہاں جگہ ہے یا نہیں۔ مالی کم ویش پر راضی ہو سکتے ہیں۔

یہاں جب سے آیا ہوں میرا بستر بندھا ہی رہا کہ خدا جانے کب اٹھانا پڑے سو اب بھی بندھا ہے اور روز بروز دگرہ افتاد کا معاملہ ہے، لاہور یونیورسٹی کے صدر شعبۂ اسلامیات کی حیثیت سے مجھے بلاوے کا خط آیا تھا مگر میں آمادہ نہ ہوا۔

یہاں بحمد اللہ مولوی عمران خاں ندوی کی کوشش سے مولوی الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طرز پر پوری ریاست میں دعوت و تبلیغ کا بڑا اچھا کام ہو رہا ہے۔ آجکل اس سلسلہ میں اچھا خاصا اجتماع ہے، کیوں نہ گجرات میں اس اصول پر کام کیا جائے اور ڈابھیل اس کا مرکز ہو۔

بحمد اللہ خیریت ہے آپ کے لئے داعی خیریت ہوں۔ بے شبہ عزیزی مولوی ابوظفر صاحب کو مجھ سے بڑی مشابہت ہے۔ والسلام فقیر ہیچمداں سید سلیمان ۴۸ء

بھوپال

صاحب الفضائل العلیہ والخصائل الزکیہ والخلال المرضیہ ادام اللہ مکارمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، والانامہ مورخہ ۱۰ر رمضان المبارک کا جواب آخری رمضان میں دے رہا ہوں۔ جی ہاں اپریل میں لکھنؤ کے بجائے مجھے دہلی اور علی گڈھ کا سفر کرنا پڑا۔

آپ نے لکھنؤ میں دارالعلوم ندوہ کو دیکھا اور اس کی مالی حالت اور قلت سرمایہ پر جو افسوس ظاہر کیا ہے اس کا کوئی علاج بندہ کے ہاتھ میں نہیں، وہ پچاس برس سے اسی ابتلا و امتحان میں چل رہا ہے اور انشاء اللہ جب تک ان کی مرضی ہوگی چلتا رہے گا۔ اصل شے اس کی مالی حالت نہیں بلکہ وہ اصول قابل لحاظ ہیں جن پر اسکی بنیاد ڈالی گئی۔

آپ نے عربی مدارس کی زبوں حالی پر افسوس کیا ہے بالکل بجا ہے، طالب علموں کے ذہنوں میں ایسا انقلاب آگیا ہے کہ وہ نفع عاجل کے علوم کے مقابلہ میں نفع آجل کے لئے ان کے دلوں میں کوئی حرارت باقی نہیں رہی ہے۔ خود اپنی اولاد کا یہی حال پاتا ہوں اور باوجود کوشش کے ان کی ذہنیت کو نہیں بدل پاتا تو پھر دوسروں کا کیا حال ہوگا۔

میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ آپ پاکستان میں کسی عربی درسگاہ کے قیام سے کیوں مایوس ہیں، آخر ملتان یا لاہور کے مدرسہ سے کیوں امید نہ کی جائے، اچھا اگر ان سے الگ

ہو کر کوئی الگ درسگاہ کسی مناسب مقام پر قائم کی جائے تو کیا آپ تعاون کریں گے اور دوستی بنا ہیں حصہ لیں گے۔ ندوہ میں میں یہ سمجھا تھا کہ مالی استواری نہ ہونے سے طلبہ اور اساتذہ میں وہ دل جمعی ہے اور اسی لئے بھوپال آیا، لیکن یہاں یہ تجربہ ہوا کہ ہر قسم کے سرمایہ کے باوجود کوئی کامیابی اور حالت میں طلبہ اور مدرسین کے کوئی تغیر محسوس نہیں ہوا، بلکہ ذہنیت بدتر ہی پائی۔ کیونکہ اخلاص اور دین کی طلب کے بجائے روزی اور دنیا کی طلب ان کی غرض و غایت ہے اور وہ اس عربی تعلیم سے پوری نہیں ہوتی۔ کامل الفن مدرسین کا فقدان ہے، چند بڈھے رہ گئے ہیں پھر خاتمہ ہے۔ یہی حال ہمارے مدرسہ احمدیہ کا ہے مولوی اشفاق الرحمان صاحب کی مدت نومبر میں ختم ہو رہی ہے دیکھئے ان کو توسیع ملتی ہے یا نہیں۔

اس صورت حال کا علاج کیا پاکستان میں ہو سکتا ہے؟ اور اگر کوئی اس اہم کام میں آپ سے مدد چاہے تو کیا آپ تیار ہیں۔ یہ سوال محض فرضی ہے ابھی واقعیت کی صورت نہیں۔

ہر سال کی طرح امسال بھی حج کا ارادہ ہے، اگست میں روانگی ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ دعا کیجئے کہ امسال محرومی نہ ہو ۵ ماہ کی رخصت لی ہے پھر شاید ریاست سے ہمیشہ کے لئے رخصت نہ ہو جائے۔ امسال کے بجٹ میں تو ریاست کے مذہبی ادارے داخل ہیں، آئندہ سال کا حال معلوم نہیں ریاست مٹ کر اب ریاست بھوپال صوبہ بھوپال ہو گیا ہے۔ نواب صاحب کی ولایت ختم ہو کر انڈین یونین کے چیف کمشنر کی حکومت قائم ہو گئی ہے۔

مفتی مہدی حسن صاحب، کی تشریف بری سے گجرات کو بڑی محرومی ہو جائیگی اس کا بدل کیا ہوگا۔

والسلام سید سلیمان ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ ۲۵ جولائی ۱۹۴۹ء

صدیقی الاعز الاعز زادکم اللہ تعالیٰ رزقاً حسناً فی الدنیا والآخرہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مکرمت نامہ سعادت افزا ہوا۔ یہ میری محرومی ہے کہ بمبئی میں آپ کے رہتے ہوئے بھی زیارت سے فائز نہ ہو سکا۔

مولانا شبیر احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کی وفات سے مسلمانوں کو جو نقصان پہنچا اس کی تلافی ناممکن سی ہے اس کے باوجود کہ ہم دونوں دو مدرسوں میں تھے۔ مگر طالب علمی کا عہد اور باہمی شناسائی اسی وقت سے تھی اور باہم علمی تسابق بھی تھا وہ القاسم میں لکھتے تھے اور میں الندوہ میں جی چاہتا ہے کہ اس تذکرہ سے ان کے حق رفاقت کو ادا کروں۔

جب آپ یہاں کی علمی و تعلیمی کمیت و کیفیت سے مطمئن نہیں تو کیوں نہ مملکت جدیدہ میں قسمت آزمائی فرمائیں۔ میرا حال تو یہ ہے کہ احوال نے دست و پا بستہ بنا رکھا ہے الا ان یشاء اللہ۔

جی ہاں ارض حرمین کو ہندوستان سے زیادہ علوم دین سے محروم پایا، چند پرانے خادمان دین موجود ہیں جو اب چراغ سحر ہیں، آئندہ کی نسل تفریح کی طلب و محبت میں ہر چیز کو قربان کر رہی ہے فالی اللہ المشتکی۔

الحمد للہ تعالیٰ کہ اب میں اچھا ہوں۔ ضعف کی شکایت بہت ہو گئی تھی اب بھی کسی قدر ہے۔ اب یہاں سے بھی چل چلاؤ سمجھئے ہمت سفر ہنوز مجہول ہے والسلام

سید سلیمان ۱۳ جنوری ۱۹۵۰ء

سود ختم کیے بغیر مہنگائی ختم ہونا ممکن نہیں

مہنگائی کا سب سے بڑا اور اہم ترین سبب سودی نظام ہے۔ لیکن تعجب ہے کہ ہمارے دانشور اور لیڈر بے شمار تجاویز مہنگائی کی روک تھام کے لیے پیش کرتے ہیں۔ لیکن اس حقیقی سبب کی طرف ان کی نظریں نہیں جاتیں۔

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے، کہ سود کی طاقت پر باثر افراد بینکوں وغیرہ سے روپیہ حاصل کر کے ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں اور کیونکہ ضروریات زندگی پیداوار سے لے کر صارف تک پہنچنے میں متعدد مقامات پر ان لوگوں کے ہاتھوں سے گذرتی ہیں اور ہر مقام پر سود کی مدد سے یہ لوگ مال کی قیمتوں میں اضافہ کرتے رہتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ ضروریات زندگی گراں سے گراں تر ہوتی چلی جاتی ہیں۔

ایک طرف تو ذخیرہ اندوزی کے باعث مہنگائی میں اضافہ ہوتا ہے اور دوسری طرف کیونکہ ذخیرہ اندوز کی ساری صلاحیتیں لوگوں سے منافع کمانے اور عوام کو تباہ کرنے میں لگی رہتی ہیں۔ اس لیے وہ ملک کی تعمیر اور ترقی میں حصہ نہیں لے سکتا۔ اگر اس کو اپنا پیٹ بھرنے اور عیاشی کرنے کے لیے قوم و ملت کو لوٹنے اور تباہ کرنے کا موقع میسر نہ آئے تو مجبوراً وہ اپنی صلاحیتیں تخریب کاری کے بجائے ملک کی تعمیر اور قوم کی ترقی میں لگائے گا۔ اور کسی صنعت یا زراعت وغیرہ میں محنت کر کے ملک و قوم کی خدمت کر سکے گا۔ اور اس طرح بینکوں میں جو رقومات لوگ (حفاظت کی خاطر) جمع کراتے ہیں وہ عوام کے خلاف ان کی تباہی کے لیے استعمال نہ کر سکے گا۔

اگر سودی نظام ختم ہو جائے تو بینک اور سرمایہ دار بھی صنعتوں اور دیگر ترقیاتی منصوبوں میں سرمایہ کاری پر مجبور ہوں گے اور سود کی بدولت عیاشی کرنے والے (یا زندگی گذارنے والے) ملک کی پیداوار اور ترقی میں اپنی صلاحیتیں اور وسائل لگا سکیں گے۔

حیرت ہوتی ہے کہ جب ہمارے لیڈران کرام دکانداروں یا کارخانہ داروں کو نصیحت فرماتے ہیں کہ اشیائے صرف کی قیمتوں میں کمی کرو۔ حالانکہ انہیں جاننا چاہیئے کہ کوئی شخص بھی اپنا ذاتی مفاد ہرگز ہرگز قربان نہیں کر سکتا۔ الّا کہ اس میں اس کی طاقت ہی نہ رہے۔ اور جب قانون کے بل بوتے پر ایسی کوششیں کی گئی ہیں۔ نتائج برعکس اور الٹے ہی نکلے ہیں۔ حتیٰ کہ جو صنعتیں اور فرمیں حکومت نے اپنی تحویل میں لے کر چلائیں ان میں تو اندھیر ہی ہو گیا۔ اور ان کی مصنوعات اس قدر گراں ہو گئیں کہ پرائیویٹ سیکٹر سے ان کا اتنا گراں اور مہنگا ہونا ممکن ہی نہ تھا اور اس پر طرہ یہ کہ قومیائی گئی صنعتوں میں کروڑوں روپیہ کا نقصان خود حکومت کو بھی اٹھانا پڑا۔ جبکہ عوام سے جو اربوں روپیہ مہنگائی کر کے وصول کیا گیا، وہ اس کے علاوہ ہے۔

ضرورت ہے کہ سودی نظام کو ختم کر کے (ذخیرہ اندوزی کی حوصلہ افزائی کرنے کے بجائے) حوصلہ شکنی کی جائے اور ذخیرہ اندوزوں کو جو مراعات ملک و قوم کو تباہ کرنے کے لیے دی جاتی ہیں۔ وہ واپس لے لی جائیں۔ اگر یہ مراعات ختم ہو جائیں تو پھر بطور تجربہ اگر ہمارے لیڈران کرام ان کو چیزیں مہنگی کرنے کے لیے وعظ و تلقین بھی کریں تب بھی وہ چیزیں مہنگی نہ کر سکیں گے۔

ہمیں امید ہے کہ ہمارے دانشور اور لیڈر اس طرف توجہ فرمائیں گے۔ اور سودی نظام کو ختم کرا کے (چند لوگوں کے علاوہ) ملک کے کروڑوں عوام کو سکون سے زندہ رہنے کا موقع فراہم کریں گے۔ فقط

سید مسرور حسن بی۔ اے، کراچی۔



سرکولیشن منیجر

احسان الواحد

ضلع جھنگ کے دورے پر ہیں

احباب تعاون فرمائیں (ادارہ)

تقریظ و تنقید

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت امام العصر، محدث کبیر علامہ السید محمد انور شاہ کاشمیری

قدس سرہ بقول حکیم الامت تھانویؒ "آیت من آیات اللہ" تھے اور بقول سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ "صحابہ کے مقدس قافلہ کے بچھڑے ہوئے انسان" حضرت شاہ صاحب نے مادر علمی دار العلوم دیوبند سے فیض حاصل کرنے کے بعد عمر عزیز کا ایک ایک لمحہ دین اور دینی علوم کی خدمت میں صرف کر دیا، دیوبند دہلی، ڈابھیل اور کشمیر کے مدارس میں آپ نے جو خدمات سر انجام دیں ان کا اندازہ تو آپ کے شاگردوں کی فہرست پر ایک نظر ڈالنے سے ہو سکتا ہے لیکن آپ کی سیرت کا ایک عظیم پہلو وہ ہے جس کا تعلق فتنہ کادیانیہ کے استیصال سے ہے۔ آپ نے اس محاذ پر جو کام کیا وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم اور اس کا فضل تھا۔ آپ نے خود کتابیں لکھیں اپنے عزیز ترین شاگردوں اور رفقاء مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری مولانا مفتی محمد شفیعؒ، مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا بدر عالم میرٹھی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی سے کتابیں لکھوائیں، ملک میں جہاں کہیں مناظرہ کی نوبت آئی شاگردوں سمیت پہنچے، مجلس احرار اسلام کو اس طرف بطور خاص متوجہ کیا اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو امیر شریعت قرار دے کر اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس جد و جہد کو نظم رنگ میں تبدیل فرمایا۔ بہاولپور کے مشہور مقدمہ میں شدید علالت کے باوجود تشریف لائے اور وہاں معرکۃ الآراء بیان دے کر عدالت میں پہلی بار مرزائیت کو الم نشرح کیا، آپ کے اس بیان کی بنیاد پر مرزائیت کے کفر پر عدالت نے پہلی بار کفر کی مہر لگائی۔ اور اس سے آگے علامہ اقبال مغفور کو مرزائیت کی حقیقت سمجھا کر اس طرف متوجہ کیا اور پھر اقبال نے اپنی زندگی کے آخری دور میں اس فتنہ کے خلاف زبردست آواز بلند کی جو جدید دنیا کی طرف سے ایک موثر آواز تھی

شاہ صاحب کے احساس کا یہ عالم تھا کہ دورہ حدیث کے اختتام پر اپنے تمام شاگردوں کو اس مسئلہ کی طرف بطور خاص متوجہ کرتے اور فرماتے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت مقصود ہے تو آپ کی امت کو مرزائیت سے بچاؤ پاکستان بننے کے بعد شاہ صاحب کے بنائے ہوئے امیر شریعت قدس سرہ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد اس لئے رکھی کہ اس فتنہ کا قلع قمع ہو سکے۔ پھر شاہ صاحب کے ایک ہونہار شاگرد مولانا محمد علی جالندھری مرحوم کے دور میں جماعت کا کام بیرون ملک میں بہت حد تک پھیلا اور مرزائیت کو اس کے آقاؤں کے گھر میں مولانا لال حسین اختر مرحوم نے چیلنج کیا اور آخر میں مرزائیت کے خلاف آئینی جدوجہد کا ایک باب آپ ہی کے جانشین و روحانی فرزند مولانا بنوری کی قیادت میں اختتام پذیر ہوا۔ مولانا بنوری نے حضرت شاہ صاحب ان کے معارف اور دوسرے فاضل مصنفین کے نگارشات کو چن چن کر حسین انداز میں چھپوایا جن میں سے ایک یہ کتاب بھی ہے جو ہمارے پیش نظر ہے۔ یہ کتاب حضرت الامام السید محمد انور شاہ قدس سرہ کے قلم سے ہے، فارسی زبان میں ہے۔ جس کا ترجمہ فاضل مکرم مولانا محمد یوسف لدھیانوی نے کیا اور واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے ترجمہ میں کمال دیانت و احتیاط کا مظاہرہ کرتے ہوئے ایسا معیاری ترجمہ کیا جس کا جواب نہیں، کتاب کی ابتداء میں حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی اور مولانا بنوری قدس سرہ کے قلم سے فاضلانہ مقدمہ اور پیش لفظ ہے جب کہ فاضل مترجم نے دیباچہ میں اس کتاب کی اہمیت اور اس کے مضامین کی وضاحت کی ہے اس کے بعد فارسی متن ہے اور آخر میں ترجمہ و تشریح۔ کتاب کے موضوعات پر نظر رکھیں تو آپ کو اس کی اہمیت کا اندازہ ہو جائے گا، نبوت اور منصب نبوت ختم نبوت خاتم النبیین، تفسیر آیت خاتم النبیین، ختم نبوت اور حدیث نبوی، اجماع امت اور ختم نبوت اور صوفیاء کرام، عیسیٰ علیہ السلام، تحریفات مرزا، تلبیسات مرزا، کفریات مرزا دعاوی مرزا، تناقضات مرزا۔ عقائد مرزا، سیرت مرزا اور الہامات مرزا مضامین کے ذریعہ کتاب کا ایک خاکہ سامنے آجاتا ہے اور اس کے بعد اندازہ کرنا مشکل نہیں رہتا کہ امام العصر کی یہ کتاب دراصل مرزائیت کے سلسلہ میں ایک انسائیکلوپیڈیا ہے جس میں مرزائیت کا پورا کچا چٹھا اور اس سلسلہ میں اپنی رہنمائی کا تمام سامان موجود ہے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت اس تحفہ عجیبہ کی اشاعت پر مستحق تبریک ہے ہمیں امید ہے کہ اہل علم و فضل اور عام اردو دان مسلمان اس کتاب کو جلد از جلد حاصل کر کے اپنے مطالعہ میں لے آئیں گے اور آئینی طور پر حل ہو جانے والے اس مسئلہ کے ماله و ماعلیہ سے واقف ہو کر مزید اپنی دینی و ملی ذمہ داریوں کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ کتاب کے آخر میں مولانا بنوری علیہ الرحمہ کے قلم سے ایک مختصر تحریر مجلس کے تعارف پر مشتمل لگا دی گئی ہے خدا کرے کہ مولانا کے عزیز ترین شاگرد جنہیں اب مجلس کی سربراہی کا شرف حاصل ہے، یعنی مخدوم و مکرم حضرت مولانا خان محمد صاحب، زید مجدہم وہ اپنے استاد کبیر کی خواہشات کے مطابق اس کام کو جاری و ساری رکھ سکیں۔

رئیس قادیان

مادر علمی دار العلوم دیوبند کی آغوش تعلیم و تربیت سے جو عالی دماغ اور صاحب علم و فضل لوگ میدان عمل میں آئے ان میں ایک نام حضرت مولانا ابو القاسم رفیق دلاوری رحمۃ اللہ تعالیٰ کا بھی ہے۔ موصوف نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت "قلم" جب ہاتھ میں لی تو اتنا قیمتی اور ضخیم کتابیں لکھ دیں، جو انشاء اللہ مدتوں ملت کی رہنمائی کا ذریعہ بنیں گی۔ ائمہ تلبیس مرحوم کا شاہکار ہے جس میں ابتدائے اسلام سے لے کر اپنے دور تک دجاجلہ اور مدعیان تقدیس و نبوت کا کچا چٹھا اس انداز سے پیش کیا کہ سب کی حقیقت الم نشرح ہو گئی

سیدنا امام مظلوم، داماد رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ کی سیرت مطہرہ پر مبسوط کتاب لکھ کر پوری امت کا کفارہ ادا کر دیا" محسن امت لکھ کر حضور علیہ السلام کی سیرت مقدسہ کے اس حسین باب کو اجاگر کیا جو دشمنان دین و ملت سے آپ کی شفقت وحسن وسلوک پر مشتمل ہے، الغرض ہر کتاب اپنی جگہ ایک شاہکار، ہمارے پیش نظر آپ کی کتاب "رئیس قادیان" ہے جس کے متعلق آپ خود فرماتے ہیں۔

گذشتہ نصف صدی میں فتنہ مرزائیت کے خلاف
ہزاروں لاکھوں کتابیں شائع ہوئیں لیکن کسی مصنف نے خود داعی مذہب
کے پوست کندہ حالات لکھ کر قادیانی لن ترانیوں کا طلسم نہ توڑا اور
اس طرح قادیانی تقدس کی دسیسہ کاریاں پردہ خفا میں پڑی رہیں۔
حالانکہ اگر قادیانی دکان آرائی کے صحیح واقعات منظر عام پر آجاتے
تو پھر کسی اخلاقی مسئلہ پر بحث ومناظرہ کی ضرورت ہی باقی نہ رہتی انجام کار
خاکسار راقم الحروف نے اس ضرورت کا احساس کیا اور موفق حقیقی نے
اپنی رحمت نوازی سے اس عاجز کو اس کام کی طرف متوجہ کر دیا۔

مرحوم نے اپنی اس کتاب میں جو ۴۵۲ صفحات اور دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ ۱۵۸ ابواب پر تقسیم کیا ہے ان ۱۵۸ ابواب میں فاضل مصنف نے مرزا غلام احمد قادیانی کے حالات کا ایک ایک لمحہ اس طرح سپرد قلم کیا ہے کہ مرزائیت ننگی ہو کر سامنے آگئی ہے، ہر فکر اور تحریک کے داعی اور بانی کے خاندانی حالات، اس کا مخصوص پس منظر، اسکی تعلیم وتربیت وغیرہ کا اس کی تحریک وفکر کے ساتھ گہرا تعلق ہوتا ہے، مرزا صاحب کے متعلق اس کتاب میں آپ کو یہ حقائق ملیں گے کہ وہ کیا تھے؟ کس خاندان سے تعلق رکھتے تھے؟ ان کی تعلیم وتربیت کس ماحول میں ہوئی؟ اور وہ کون سے خفیہ ہاتھ تھے جنھوں نے ضلالت وگمراہی کی اس آخری سٹیج تک انہیں پہنچایا؟ پھر انھوں نے اپنے آقایان ولی نعمت کے لئے کس انداز سے کیا کیا کام کیا؟ الغرض یہ کتاب قادیانی دجل کے پوست کندہ حالات کی پوری طرح عکاسی کرتی ہے۔ اور اس قابل ہے کہ اس کے مختلف زبانوں میں تراجم کر کے بالخصوص ان علاقوں میں انکو پھیلایا جائے جو مرزائیت کے دام فریب میں پھنسے ہوئے ہیں مجلس تحفظ ختم نبوت اس لحاظ سے قابل تعریف ہے کہ اس نے اس کتاب کو وقت کی ضرورت کا لحاظ کر کے اچھے انداز سے چھپوایا اور مجلس کی مساعی اور اس کے امیر خاص حضرت مولانا بنوری قدس سرہ کے دور آخر میں بیرونی ممالک میں بہت زیادہ کام ہوا تاہم اس بات کی ضرورت ہے کہ لٹریچر کا سلسلہ وسیع سے وسیع تر کیا جائے اور اردو کے علاوہ دوسری زبانوں میں بھی وسیع بنیادوں پر کام کیا جائے، رہ گئے وسائل تو ہمارا یقین ہے کہ ؎ خدا خود میر ساماں است ارباب توکل را۔ ہمیں امید ہے کہ اہل خیر واہل ذوق اس کتاب کی زبردست پذیرائی کریں گے، تاکہ مجلس ختم نبوت اپنے دعوتی محاذ کو وسیع سے وسیع تر کر سکے / ۲۴ روپے میں کتاب دفتر مجلس تغلق روڈ ملتان سے دستیاب ہے۔ (علوی)

مسیلمۃ الپنجاب، قادیانیوں کو دعوت اسلام، القادیانیۃ ماہی؟ قادیانی سازشوں کا نوٹس لیجئے، مرزائی نبی، میں خدا کی طرف سے نہیں، یہ چھ رسائل مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے دعوتی لٹریچر کا حصہ ہے جو مجلس کے امیر حضرت مولانا بنوری علیہ الرحمۃ کی زندگی کے آخری دنوں میں شائع ہوئے، پہلا رسالہ حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاند پوری ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند کے قلم سے ہے، مرحوم ایک ممتاز عالم دین تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس فرقہ مرتدہ کی سرکوبی کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔ آپ نے قادیانیوں کے کفر خالص پر یہ رسالہ آج سے ۵۶ سال قبل لکھا اور مرزائیوں کی دونوں جماعتوں کو چیلنج کیا، لیکن وہ اب تک خاموش ہیں۔ ۴۲ صفحہ کا یہ رسالہ عام اردو دان طبقہ کے لئے بڑا وقیع ہے، اس کی اہمیت کے پیش نظر مولانا بنوری نے اس کو چھپوایا، دوسرا رسالہ ماہنامہ بینات کراچی کے ایڈیٹر مولانا محمد یوسف لدھیانوی کے قلم سے ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے دعوت وتبلیغ کا خاص ملکہ عطا فرمایا ہے، انہوں نے اپنے شیخ ومربی مولانا بنوری قدس سرہ کے حکم سے یہ رسالہ ۷۴ء کی آئینی ترمیم کے بعد دعوت کے نقطہ نظر سے لکھا جس کو حضرت بنوری مرحوم نے بہت پسند فرمایا، تیسرا رسالہ عربی میں ہے اور مشہور مدرس وصاحب قلم مولانا محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنی کے قلم سے ہے موصوف نے یہ رسالہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی قدس سرہ کے حکم سے لکھا اور واقعہ یہ ہے کہ اختصار کے باوجود حق ادا کر دیا، عربی کے مختصر دعوتی لٹریچر میں انتہائی قیمتی اضافہ ہے، چوتھا رسالہ مولانا تاج محمود ایڈیٹر لولاک کے قلم سے ہے، مولانا موصوف مرزائیت کی سیاسی فریب کاریوں پر گہری نظر رکھتے ہیں اور اسی نقطہ نظر سے انہوں نے یہ رسالہ لکھا ہے جس میں خاص طور پر مرزا ناصر احمد کے دورہ یورپ پر بے لاگ تبصرہ ہے مرزائی بیرونی دنیا میں جو ناٹک رچاتے ہیں اس مختصر رسالہ سے آپ کو ان کا اندازہ ہو جائیگا پانچواں رسالہ جو انتہائی مختصر ہونے کے باوجود معرکہ کی چیز ہے، اس میں مرزا صاحب کی ذہنی بیماریوں کا تجزیہ کیا گیا ہے اور نفسیاتی تحریک سے ان کے دعاوی کی قلعی کھولی گئی ہے آپ کو یہ پڑھ کر معلوم ہو جائے گا کہ بیرونی شیطان (یورپ) کے علاوہ اندرونی امراض بھی مرزا صاحب کی تباہی کا باعث بنیں اور آخری رسالہ مرزا صاحب کی ایک پیشین گوئی کے تجزیہ پر مشتمل ہے، مرزا صاحب نے ۱۹۰۵ء میں مسلسل اشتہار کے ذریعہ ایک زلزلہ کی پیشین گوئی کی، لیکن وہ ۱۹۰۸ء میں "فی النار" ہو گئے اور "ٹیچی فرشتہ" کے توسط سے ہونے والی "وحی" اس کے دجل وجھوٹ پر پردہ نہ ڈال سکی۔ یہ تمام رسائل اس قابل ہیں کہ ہر فرد انھیں حاصل کرے اور اپنے ایمان کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اپنے شہر، بستی اور محلہ میں بسنے والے مرزائیوں کو بھی اسلام کے دامن رحمت سے وابستہ کرنے کی کوشش کرے، یہ تمام رسائل مجلس کے دفتر تغلق روڈ ملتان سے دستیاب ہو جائیں گے۔

از محترم المقام صوفی محمد یونس صاحب
مرتبہ: عثمان غنی

حیاتِ طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

(۱) آیتِ قرآنی :۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (النحل ۹۷)

ترجمہ :۔ جس نے کیا نیک کام مرد ہو یا عورت ہو اور وہ ایمان پر ہے تو اس کو ہم زندگی دیں گے ایک اچھی زندگی اور بدلے میں دیں گے ان کو حق ان کا۔ بہتر کاموں پر جو کرتے تھے۔

(۲) حدیثِ نبوی :۔ عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا يَذْكُرُ عَنْ رَّبِّهٖ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰی اُذْكُرْنِیْ بَعْدَ الْعَصْرِ وَ بَعْدَ الْفَجْرِ سَاعَةً اَكْفِكَ فِيْمَا بَيْنَهُمَا۔

ترجمہ :۔ حضرت ابوہریرہؓ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ تو صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر مجھے یاد کر لیا کر، میں درمیانی حصہ میں تیری کفایت کرونگا۔ (ایک اور حدیث میں ہے تو اللہ کا ذکر کیا کر، یہ تیری مطلب براری میں معین ہو گا)

تمہید

اللہ تعالیٰ کا بڑا شکر اور اس کا احسان ہے کہ اس نے مجھے آپ کو مل بیٹھ کر اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائی۔

ے ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یہ سب اللہ کی توفیق سے ہے۔ ایک بات مجھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی یاد آئی۔ آپ اکثر اس بات کو شکایت کے طور پر فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی ذکر کا سبق لے جاتا ہے۔ پھر ہم اس سے سنتے ہیں تو اس کا سبق پکا ہوا نہیں ہوتا، اور پوچھتے ہیں کہ کیا بات ہے؟ آپ نے سبق کو پکایا کیوں نہیں؟ تو کہتے ہیں "جی فرصت نہیں ملتی" حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے ہمارے پاس سب کاموں کے لیے فرصت ہے، دنیا کے بڑے سے بڑے کام کر لیں، دفتروں میں جانے کے لیے فرصت ہے، دوکانوں کے لیے فرصت ہے، اپنے خانگی معاملات اور کام کرنے کے لیے فرصت ہے مگر اللہ کے ذکر کے لیے فرصت ہی نہیں ملتی، کس قدر دنیا میں ہم مستغرق ہیں؟ تو جس کو دنیا کی ان تمام مصروفیتوں سے بچ کر اللہ کا ذکر چند ساعت بیٹھ کر کرنے کی توفیق نصیب ہو جائے تو یہ تو بڑی سعادت کی بات ہے۔ اس لیے فرمایا ہے

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یہ معمولی بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جس کو چاہتے ہیں اپنا ذکر کرنے کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔

پریشانیوں کا حل

جو حدیث میں نے آپ کے سامنے پڑھی ہے اس کا مطلب بھی یہی ہے حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب

اور عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر مجھے یاد کر لینا یہ کفایت کرتا ہے تمام دن کی ضروریات کو۔ ایک اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کر تیری مطلب برآری میں معین ثابت ہو گا۔ یعنی اللہ کا ذکر جتنا کثرت سے کرو گے دنیاوی مشکلات بھی دور ہوں گی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے سکون قلب بھی حاصل ہوگا اور تمام پریشانیوں کے دور ہونے کا ذریعہ بھی اللہ کا ذکر بنتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک حدیث میں یوں ارشاد فرمایا میں ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو صبح کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہے۔ یہ مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ میں چار ارب غلام آزاد کروں۔ اسی طرح ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو عصر کی نماز کے بعد غروب آفتاب تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہے یہ زیادہ پسند ہے چار ارب غلام آزاد کرنے سے۔ اسی حدیث شریف کی تشریح میں ہمارے فقہاء نے یہ بات بھی کہی کہ فجر کی نماز کے بعد سے لے کر طلوعِ آفتاب تک دنیا کی باتیں کرنا مناسب ہی نہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ مکروہ ہے، اور ایسے ہی عصر کی نماز کے بعد سے لیکر غروب آفتاب تک دنیا کی باتیں کرنا مکروہ لکھا ہے۔ میں بڑا حیران ہوا یہ بات دیکھ کر، کتاب میں نے خود پڑھی ہے، فضائلِ ذکر میں حضرت مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم نے اس کو نقل فرمایا ہے کہ نمازِ فجر کے بعد سے لے کر طلوعِ آفتاب تک دنیا کی باتیں کرنے کی اجازت ہی نہیں۔ کرتے ہیں کریں، ویسے مکروہ ہے۔ اس میں سوائے اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اور کوئی عمل اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ نہیں۔ بلکہ یوں بھی فرمایا جو شخص فجر کی نماز پڑھنے کے بعد مسجد میں بیٹھا رہے، اللہ کے ذکر میں مشغول رہے، پھر طلوع آفتاب کے بعد وہ دو رکعت یا چار رکعت نماز نفل پڑھ کر وہاں سے نکلے تو اس کو عمرہ اور حج کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ گھر میں بیٹھے بیٹھے اتنا بڑا ثواب!! اللہ کے ذکر میں ایک دھیلہ خرچ نہیں ہوتا، خدا بھی خوش ہوتا ہے، درجے بھی بلند ہوتے ہیں، گناہ بھی معاف ہوتے ہیں، سکون بھی حاصل ہوتا ہے، ضروریات زندگی بھی پوری ہوتی ہیں، جس عمل میں خدا خوش ہے اور اس کو کیا چاہیئے؟

اعمال کا اثر یقینی ہے:

آج کی مجلس میں یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ انسان جو بھی عمل کرتا ہے، خواہ وہ ذکر کا ہو، خواہ وہ نماز کا ہو، خواہ وہ تلاوتِ کلام پاک کا ہو، وہ عمل اس کے ساتھ چمٹ جاتا ہے۔ جب تک کہ اس کو اس کے اصلی مقام تک نہ پہنچا دے۔ جتنے بھی اعمال انسان کرتا ہے، چاہے نیک ہیں چاہے بد ہیں، وہ یہ نہیں کہ عمل کیا اور وہ فنا ہو گیا، نہیں، عمل باقی رہتا ہے عمل کو بقا ہے، اس لیے حدیث میں آتا ہے کہ روزہ اور قرآنِ پاک قیامت کے دن شفاعت کریں گے۔ قرآنِ پاک کہے گا کہ اے اللہ! دنیا میں یہ مجھے سنا کرتا تھا۔ رمضان شریف میں تراویح میں سنا کرتا تھا، کھڑے ہو کر سنتا تھا، کبھی مجھے پڑھتا تھا، کبھی مجھے ویسے یاد کرتا تھا۔ اے اللہ! میری شفاعت اس کے حق میں قبول فرما۔ اللہ تعالیٰ شفاعت قبول فرمائیں گے۔ روزہ بھی اسی طریقے سے شفاعت کرے گا کہ یا اللہ! اس نے دنیا میں بڑی عزت کی، بڑا ادب کیا، بڑا احترام کیا اور میں جب اس کے پاس مہمان گیا تھا تو میری وجہ سے یہ کھانے پینے سے باز رہا، نفسانی خواہشات سے رکا رہا، اے اللہ! میری شفاعت بھی اس کے حق میں قبول فرما۔ وہ قبول کی جائے گی اور اسے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ تو یہ روزے کا عمل اور قرآنِ پاک کی تلاوت اور اس کے سننے کا یہ عمل، نماز کا عمل، یہ جتنے بھی نیک اعمال ہیں، یہ انسان کے ساتھ لگے رہتے جب تک کہ اس کو اپنے مقصود تک پہنچا نہیں لیا ہے۔ جو نتیجہ ان اعمال کا نکلنے والا تھا جب تک اس نتیجے کو پہنچ نہیں گیا۔ یہ اعمال اس سے چھوٹتے نہیں۔ ایسے ہی بداعمال بھی ہیں۔ برا کام جو کرے گا، نماز نہیں پڑھے گا، روزہ نہیں رکھے گا، ذکر نہیں کرے گا یا چوری کا عمل کرے گا یا خدانخواستہ زنا کا عمل کرے گا، شراب کا عمل کرے گا تو اس کے جو اثرات دنیا میں پڑتے ہیں دنیا میں اس کو ذلت نصیب ہو گی، قبر اور حشر میں بھی ہو گی،

(بقیہ: آئندہ)

کے ہاں اچھوں میں لکھے جانے والا بتایا ہے جس کی علامت یہ ہے کہ وہ اپنے ملنے جلنے والوں کو کسی طرح کی کوئی تکلیف نہیں پہنچاتا بلکہ ظاہر اور باطن میں سچے دل سے اس کا خیرخواہ رہتا ہے۔ خاص کر اپنے ہمسایوں کو اذیت پہنچانے سے دُور رہتا ہے جس سے ملنے جلنے والے اس کی شکایت نہ کرتے ہوں اور اس کی خیرخواہی پر انہیں اعتماد ہو وہ اللہ کے نزدیک اچھا آدمی ہے اور وہی بہترین دوست ہے۔ آدمی کو پڑوسیوں سے ہر وقت سابقہ پڑتا رہتا ہے۔ اسی لیے ارشاد فرمایا کہ پڑوسیوں کے ساتھ ہمدردی اور ان کی خیرخواہی کرنے والا اللہ کے نزدیک اچھا پڑوسی ہے

بھائیو! اسلام میں نیک چلنی کا معیار یہی ہے۔ ہر ایک کو ایسا ہی بننے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ہر مسلمان کی شان یہی ہونی چاہیے کہ اس سے اس کے دوست خیر کی امید رکھیں اور اس کے دوست اس سے بھلائی پائیں۔

نسخہ کیمیا برائے رُوحانی امراض

حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حکیم سے کہا مجھے گناہوں کا مرض ہے اگر اس کی دوا بھی آپ کے پاس ہو تو عنایت کیجئے۔ یہاں یہ باتیں ہو رہی تھیں اور سامنے میدان میں ایک شخص تنکے چُننے میں مصروف تھا اس نے سر اٹھا کر کہا شبلی یہاں آؤ میں اس کی دُوا بتاتا ہوں۔ حیا کے پھول، صبر و شکر کے پھل، عجز و نیاز کی جڑ، غم کی کونپل، سچائی کے درخت، ادب کی چھال، حسن اخلاق کے بیج یہ سب لے کر ریاضت کے ہاون دستہ میں کوٹنا شروع کرو اور اشک پشیمان کا عرق ان میں روز ملاتے رہو۔ ان سب کو دل کی دیگچی میں بھر کر شوق کے چولہے پر پکاؤ۔ جب پک کر تیار ہو جائے تو صفائے قلب کی صافی میں چھان لینا اور شیریں زبان کی شکر ملا کر محبت کی تیز آنچ دینا۔ جب وقت تیار ہو کر اترے اس کو خوف خدا کی ہوا سے ٹھنڈا کر کے استعمال کرنا۔ حضرت شبلی نے جب نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہ دیوانہ غائب ہو چکا تھا۔

——— (محمد شفیق ساہیوال)

اہم اعلان

ہر خاص و عام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ حضرت علامہ دوست محمد قریشی کی تمام تصانیف ان کے صاحبزادے محمد عمر کے پاس محفوظ ہیں۔ لہٰذا کوئی صاحب حضرت قریشی صاحب کی تصانیف چھاپنے کی جسارت نہ کرے۔ اگر کسی نے کوئی کتاب چھاپی تو اس کے خلاف قانونی کاروائی کی جائے گی۔ (فقیر اللہ دسایا مہتمم مکتبہ اہلسنت کوٹ ادو)

قائد جمعیۃ، مدنیٔ دوراں، مفتی اعظم کی عظیم دینی اور سیاسی خدمات کے

پیش نظر قوم ان کی سپاس گزار ہے !!

اور ہم انہیں دوبارہ پاکستان قومی اتحاد کا صدر منتخب ہونے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں